مسائل كثر حولها النقاش والجدل

تأليف

الشيخ السيد أبو محمد زين بن ابراهيم آل سميط الشافعي حفظه الله

اردو ترجمہ بنام

عقائد و معمولات اہل سنت

مترجم

فاضل جلیل علامہ فرقان احمد شامی مدظلہ العالی

تخریج و حاشیہ از افادات امام احمد رضا قدس سرہ

ابو محمد عارفین القادری

التحقيقات - أهل السنة والجماعة

أبو محمد عارفين القادري

تفصیلی فہرست

صفحہ	مضامین	نمبر
01	**تفصیلی فہرست**	
04	**پہلی فصل: توسل کے بارے میں**	1
04	سوال: انبیاء اور اولیاء سے توسّل کا کیا حکم ہے؟	2
05	سوال: توسّل کے معنٰی کیا ہیں؟	3
06	سوال: توسّل کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟	4
08	سوال: کیا اموات کو وسیلہ بنانا جائز ہے؟	5
08	سوال: اموات سے توسّل کے جائز ہونے کے بارے میں کیا دلیل ہے؟	6
11	**دوسری فصل: مدد مانگنے کے بارے میں**	7
11	سوال: استغاثہ کا کیا معنٰی ہے؟	8
11	سوال: کیا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے؟	9
12	سوال: استغاثہ کے مشروع (شریعت کے مطابق) ہونے کی دلیل کیا ہے؟	10
14	**تیسری فصل: زندوں کے لئے فوت شدگان سے نفع**	11
14	سوال: کیا ہمیں دنیا میں فوت شدہ سے نفع حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟	12
14	سوال: اموات سے زندوں کو فائدہ حاصل ہونے کی دلیل کیا ہے؟	13
15	سوال: کیا انبیا کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟	14
15	سوال: انبیا کرام علیہم السلام کی زندگی پر دلیل کیا ہے؟	15
17	**چوتھی فصل: تبرک کے بارے میں**	16
17	سوال: کیا اللہ تعالی کے محبوب بندوں اور صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز ہے؟	17
17	سوال: اس کی دلیل کیا ہے؟	18
19	**پانچویں فصل: قبروں کی زیارت کے بارے میں**	19
19	سوال: انبیاء، اولیاء اور دوسروں کی قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟	20
19	سوال: قبروں کی زیارت کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟	21
20	سوال: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟	22
20	سوال: نبیِّ اکرم ﷺ کا فرمان: لعنَ اللهُ زوّاراتِ القبورِ اس کا کیا مطلب ہے؟	23
21	سوال: نبیِّ کریم ﷺ کا فرمان: لا تشدُّ الرِّحالُ إلا إلى ثلاثةِ مساجدَ، اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟	24

22	**چھٹی فصل: اموات کا سننا**	25
22	سوال: کیا اموات (مردے) شعور رکھتے ہیں اور جو کچھ گفتگو ان کے پاس کی جاتی ہے اس کو سنتے ہیں؟	26
22	سوال: اس کی دلیل کیا ہے؟	27
23	سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ کا کیا مطلب ہے؟	28
24	**ساتویں فصل: اموات کے لیے ثواب کے تحفے بھیجنا**	29
24	سوال: قبروں کے پاس قرآنِ پاک پڑھنے اور اس کا ثواب اہلِ قبور کو پہنچانے کا کیا حکم ہے؟	30
24	سوال: اہلِ قبور کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟	31
26	سوال: اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: إذا مات ابن آدم انقطع عمله کا کیا مطلب ہے؟	32
28	**آٹھویں فصل: قبروں کے احکام**	33
28	سوال: قبروں کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کا کیا حکم ہے؟	34
28	سوال: اس کے جواز کی دلیل کیا ہے؟	35
28	سوال: قبروں پر رنگ و روغن کرنا اور ان پر عمارت بنانا کیسا ہے؟	36
29	سوال: بہت سے شہروں میں لوگ قبروں پر رنگ و روغن کرتے ہیں، کیا یہ محض بے کار ہے؟	37
30	حدیث شریف لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد کا کیا مطلب ہے؟	38
32	سوال: دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنے کا کیا حکم ہے؟	39
32	سوال: کیا تلقین کا طریقہ حدیث میں آیا ہے؟	40
34	**نویں فصل: اولیاء کرام کے لئے ذبح اور نذر کے احکامات**	41
34	سوال: اولیاءِ کرام کے دروازے پر ذبح کا کیا حکم ہے؟	42
34	سوال: اولیاءِ کرام کے حضور نذرانوں کے پیش کرنے کا کیا حکم ہے؟	43
35	سوال: اصحابِ مزارات کے لیے نذرانوں اور ذبیحہ گاہوں سے مسلمانوں کا مقصد کیا ہوتا ہے؟	44
36	سوال: اس پر کیا دلیل ہے کہ صدقات کا ثواب اہل قبور کو پہنچتا ہے؟	45
37	**دسویں فصل: قسم کھانے کے احکامات**	46
37	سوال: غیر اللہ عزوجل کی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟	47
37	سوال: بعض لوگ قبروں اور اصحاب قبور کی قسمیں کھاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟	48
38	**گیارھویں فصل: اولیاء اللہ کی کرامات**	49
38	سوال: کیا اولیا اللہ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی کرامات ہوتی ہیں؟	50
38	سوال: کرامات کے واقع ہونے پر دلیل کیا ہے؟	51

52	سوال: کرامت ثابت ہونے کی دوسری دلیل کیا ہے؟	39
53	**بارھویں فصل: بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار**	41
54	سوال: کیا بیداری میں نبیِّ اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے؟	41
55	سوال: اس کے ممکن ہونے پر کیا دلیل ہے؟	41
56	**تیرھویں فصل: حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں**	42
57	سوال: کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟	42
58	**چودھویں فصل: قرآنِ پاک اور اسمائے الٰہیہ سے شفا حاصل کرنا**	43
59	سوال: بیماریوں کے لیے دم کرنے کا کیا حکم ہے؟	43
60	سوال: اس پر کیا دلیل ہے کہ جس دم کا ذکر کیا گیا، وہ جائز ہے؟	43
61	سوال: وہ کون سا دم ہے جس سے منع کیا گیا ہے؟	44
62	سوال: تعویذ کے لکھنے اور گلے میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟	44
63	سوال: حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ اس حدیث میں کس تعویذ سے منع کیا گیا ہے؟	45
64	**پندرھویں فصل: میلاد شریف کا حکم**	46
65	سوال: میلاد شریف منانے اور اس کے لیے اجتماع کا کیا حکم ہے؟	46
66	سوال: بدعت کی کتنی قسمیں کی گئی ہیں؟	46
67	سوال: بدعتِ حسنہ کیا ہے؟	47
68	سوال: بدعتِ مذمومہ کیا ہے؟	47
69	سوال: کیا میلاد شریف کی اصل سنّت سے ثابت ہے؟	48
70	**سولھویں فصل: ذکر کی محافل کے لیے اجتماع کے بارے میں**	49
71	سوال: ذکر کے لیے منعقد کردہ مجالس اور اس میں کثیر لوگوں کے حاضر ہونے کا کیا حکم ہے؟	49
72	سوال: بلند آواز سے ذکر کرنے اور اس کی مجالس منعقد کرنے کے مستحب ہونے پر کیا دلیل ہے؟	49
73	**سترھویں فصل: اہلِ بیت کی محبت اور بحث میں اور ان سے دشمنی پر تنبیّہ**	52
74	**اٹھارویں فصل: اہلِ بیت کی دشمنی اور اور انہیں اذیت پہنچانے کی شدید ممانعت**	56
75	**انیسویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت کے فضائل**	58
76	سوال: صحیح حدیث میں ہے کہ نبیِّ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَا فَاطِمَةُ بِنْت مُحَمَّد ، يَا صفيةُ بِنْت عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا اس حدیث اور دوسری حدیثوں کا کیا مطلب ہے؟	63
77	**بیسویں فصل: نبی اکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کا فائدہ**	66
78	**المصادر والمراجع**	68

پہلی فصل

توسل کے بارے میں

سوال۔1: انبیاء اور اولیاء سے توسّل کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ان سے توسل (وسیلہ بنانا) واستغاثہ (فریاد کرنا) واستعانت (مدد چاہنا) دنیاوی اور اخروی ضرورتوں کے وقت شرعاً جائز ہے اہلِ سنّت وجماعت کے اجماع سے[1]، اور مسلمانوں میں سے اہلسنت ہی سوادِ اعظم اور اکثریت پر ہیں اور ان کا اجماع ان کے خطا سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ امام احمد اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ فرمایا:

سَأَلْتُ رَبِّي أَن لَّا تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ فَأَعْطَانِيهَا

"میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو گمراہیت پر جمع نہ فرمانا تو اس نے مجھے وہ عطا فرمایا۔"[2]

اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ،

لَا يَجْمَعُ اللَّهُ أُمَّتى عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا

"اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی بھی گمراہیت پر جمع نہیں فرمائیگا۔"[3]

اور وارد ہوا: مَا رَأَهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَن "جس کو مسلمان اچھا جانیں تو وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔"[4]

([1]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: "اولیائے کرام سے توسل اور اُن سے طلبِ دُعا بلاشبہ محمود ہے اور علماء وصلحاء میں معمول ومعہود۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ29/صـ545)

علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "والحاصل ان مذهب اهل السنة والاجماع صحة التوسل وجوازه بالنبى صلى الله عليه واله وسلم فى حياته وبعد وفاته ، یعنی الحاصل یہ کہ مذہب اہل سنت اور اجماع سے توسل کا جواز ثابت ہے اور جائز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات یا وفات کے بعد توسل کیا جائے۔" (الدرر السنية فى الرد على الوهابية، صـ14)

([2]) المسند للامام أحمد بن حنبل: حديث أبي بصرة الغفاري، (جـ45/صـ200)، رقم الحديث: 27224

المعجم الكبير للطبرانى: باب الجيم، تحت عن أبي بصرة الغفاري، (جـ2/صـ280)، رقم الحديث: 2171

([3]) المستدرک للحاکم: كتاب العلم، ومنهم يحيى بن أبي المطاع القرشي، (جـ1/صـ199)، رقم الحديث: 392

([4]) المستدرک للحاکم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، أماحاديث ضمرة وأبو طلحة، (جـ3/ صـ83)، رقم الحديث: 4465

سوال۔2 : توسّل کے معنٰی کیا ہیں؟

جواب۔اس کا معنٰی اللہ تعالی کے محبوبوں کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی ان کے سبب اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے تو ان سے توسّل کے معنٰی یہ ہوئے کہ ان کو وسیلہ بنائے یعنی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں اور اپنے مطالب کے حصول کے لیے واسطہ [5]،اس لیے کہ ہمارے مقابلے وہ اللہ تعالی سے زیادہ قریب ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور ان کی شفاعت کو بھی قبول فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ :

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُه عَلَيْهِ، وَلا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَلَئِن سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّه.

"جو میرے ولی سے عداوت رکھے،اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔میرے کسی بندے نے میرے فرائض کی بجاآوری سے زیادہ محبوب شے سے میرا قرب حاصل نہیں کیا اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنّتا ہے،اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے،اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے،اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔" اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[6]

([5]) اعلی حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارہ الٰہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہو جائیں۔"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، جـ21/صـ304)

([6]) الصحيح للبخاری: كتاب الرقاق، باب التواضع، (جـ8/صـ105)، رقم الحديث: 6502

سوال۔3 : توسّل کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔ توسل کے جائز ہونے پر بہت سی واضح صحیح احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں[7] جن میں سے

ا۔ وہ جسے امام ترمذی، امام نسائی، امام بیہقی اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ:

يَا رَسُولَ الله أُدْعُ الله أَنْ يَكْشِفَ عَنْ بَصَرِي ، فَقَالَ: إِن شِئْت دَعَوْت وَإِن شِئْت صبرت فَهُوَ خير لَك

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیجیے کہ میری نابینائی دور ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تو چاہے تو میں دعا کروں، اور اگر تو چاہے تو صبر کر کہ وہ تیرے لیے بہتر ہے"

تو اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایئے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وضو کرے کامل وضو اور نماز پڑھے اس دعا کے ساتھ:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو کہ نبیِّ رحمت ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ مجھے میری مراد عطا کرے۔ اے اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"[8] پس وہ چلے گئے پھر لوٹ کر آئے تو تحقیق اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ان کی بصارت کو اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا، پس وہ کھڑے ہوئے اور تحقیق وہ بینا ہو گئے۔

([7]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں:

"حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور پرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت و عرضات محشر ودخول جنت تک "استشفاع وتوسّل" احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی وخصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعہ شروح مشکوٰۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلّام، کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج7/ص584)

([8]) السنن للترمذی: ابواب الدعوات، (جـ5/صـ569)، رقم الحديث: 3578

عمل اليوم والليلة للنسائی: ذكر حديث عثمان بن حنيف، (جـ1/صـ417)، رقم الحديث: 658، 659، 660

الدعوات الكبير للبيهقي: باب جامع ما كان يدعو به النبي صلى الله عليه وسلم ويأمر أن يدعى به، (جـ1/صـ325)، رقم الحديث: 235

المعجم الكبير للطبرانی: باب العين، ما أسند عثمان بن حنيف، (جـ9/صـ30)، رقم الحديث: 8310

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ **ارقام کرتے ہیں:**

" اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں۔" (العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، جـ7/صـ585)

مزید دوسری جگہ ارقام فرماتے ہیں:

"یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت والتجا بھی، مگر حصن حصین شریف کی بعض روایات نے سر سے پانی تیری دیا۔ اس میں لتقضی لی بصیغہ معروف ہے یعنی یارسول اللہ! حضور میری حاجت روا فرمادیں۔ (الحصن والحصين ، منزل يوم الاثنين، صلوة الحاجة، صـ125، افضل المطابع)

مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں: وفی نسخةٍ بصيغة الفاعل ای لتقضی الحاجة لی المعنی تكون سبباً لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی ۔اور ایک نسخہ میں بصیغہ فاعل (فعل معروف) ہے، یعنی آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی و مقصد برآری میں سبب و وسیلہ بن جائیں۔ چنانچہ اسناد مجازی ہوگا۔(ت)(حرز ثمين شرح لحصن والحصين مع الحصن والحصين ، منزل يوم الاثنين، صلوة الحاجة، صـ125، افضل المطابع) "

(العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، جـ30/صـ497)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے توسل اور ندا کا ثبوت ہے اور تمام حاجتوں کے پورا ہونے میں یہ دعا صحابہ وتابعین اور سلف وخلف کا معمول تھی اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

۲۔ اور انہیں میں سے وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلے سے بارش کے لیے دعا کرتے تو وہ عرض کرتے:

اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا ، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ

"اے اللہ ہم تیری طرف وسیلہ بناتے تھے اپنے نبیِّ کریم ﷺ کو، تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیری طرف وسیلہ بناتے ہیں اپنے نبیِّ کریم ﷺ کے چچا کو تو تو ہمیں سیراب کر۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تو لوگ سیراب ہو جایا کرتے۔ (9)

علماء کرام فرماتے ہیں: یہ واضح دلیل ہے فضیلت والی ذاتوں سے توسّل کے بارے میں، پس بیشک لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے اللہ تعالی کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے، تو وہ بارش نازل فرما دیتا۔

سوال۔4 : کیا اموات کو وسیلہ بنانا جائز ہے؟

جواب۔ علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے محبوبوں کو وسیلہ بنانے میں انکی دنیاوی زندگی میں یا ان کے انتقال کے بعد برزخی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ تو بیشک اہل برزخ میں سے یہ محبوبین اللہ کے بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور جو ان کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی اس کے مطلب کے حصول میں۔

سوال۔5 : اموات سے توسّل کے جائز ہونے کے بارے میں کیا دلیل ہے؟

جواب۔ اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو ابنِ قیم نے زاد المعاد میں ذکر کی:

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَبِحَقِّ مَمْشَايَ هَذَا، لَمْ أَخْرَجْ بَطَرًا، وَلَا أَشَرًا، وَلَا رِيَاءً، وَلَا سُمْعَةً، خَرَجْتُ اتِّقَاءَ سَخَطِكَ، وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، أَسْأَلُكَ أَنْ تُنْقِذَنِي مِنَ النَّارِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، إِلَّا وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ، وَأَقْبَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ حَتَّى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ

---

(9) الصحيح للبخارى: كتاب الجمع، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، (جـ2/صـ27)، رقم الحديث: 1010

"جواپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے تو کہے: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتاہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ،اور تیری طرف چلنے والوں کے حق کے ساتھ ،تومیں بہک کر نہیں نکلا اور نہ اکڑ کراور نہ دکھاوے کے لیے اور نہ کسی کو سنانے کے لیے اور میں تو نکلا تیری ناراضگی سے بچنے کے لیے اور تیری رضا کو تلاش کرنے کے لیے۔ میں تجھ سے سوال کرتاہوں کہ تو مجھے آگ سے بچا،اور پس تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں،توتومیرے گناہوں کو بخش دے۔

اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مقرر فرماتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے یہاں تک کے وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔" [10] اور اسی طرح امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا۔[11]

۲۔ اور روایت کیا امام بیہقی اور ابنِ السنی اور حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے نکلتے وقت دعا کرتے تھے کہ "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتاہوں تیری طرف سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ آخر تک (آخر حدیث تک)" [12]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ صریح توسّل ہے ہر بندۂ مومن سے،چاہے وہ زندہ ہو یا میت،اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور انہیں حکم دیا اس طرح کرنے کا اور خلف وسلف میں سے ہر ایک نماز کے لیے نکلتے وقت اس طرح ہی دعا کرتا تھا۔

۳۔ اور نبی کریم ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب کی والدۂ ماجدہ نے وفات پائی تو نبیّ کریم ﷺ نے دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ، وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا، بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي

" اے اللہ میری ماں فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرما، اوران کے لیے ان کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی کے وسیلے سے اور ان انبیا کے وسیلے سے جو مجھ سے پہلے ہوئے۔"

یہ حدیث طویل ہے، اسے امام ابنِ حبان ، امام حاکم اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔[13]

اور غور کرو نبیّ کریم ﷺ کے اس فرمان پر "اور انبیا کے وسیلے سے جو مجھ سے پہلے ہوئے" بے شک اموات سے توسّل کے جائز ہونے پر یہ واضح دلیل ہے، تو اس بات کو سمجھ لیجئے تاکہ ہلاکت سے سلامتی ہو جائیں۔

([10]) زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الأذكار والأدعية، الذكر عند الخروج من البيت، (جـ2/صـ336)

([11]) السنن ابن ماجه: كتاب المساجد والجماعات ، باب المشي إلى الصلاة، (جـ1/صـ256)، رقم الحديث: 778

([12]) عمل اليوم والليلة لابن السنى: باب ما يقول إذا خرج إلى الصلاة ، نوع آخر، (جـ1/صـ76،77)، رقم الحديث: 85

([13]) المعجم الكبير للطبراني: باب الفاء، فاطمة بنت أسد بن هاشم، (جـ24/صـ351)، رقم الحديث: 871

تنبیہ :

علماء کرام نفع اللہ بہم فرماتے ہیں کہ اور رہا حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے وسیلہ حاصل کرنا تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ غیر زندوں سے توسل ناجائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبیؐ کریم ﷺ کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس لیے ہی توسل کیا تھا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ نبیؐ کریم ﷺ کے علاوہ اور بزرگوں سے توسل حاصل کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں اسی لیے خاص کیا تا کہ رسول اللہ کے اہلِ بیت کی فضیلت ظاہر ہو جائے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نبیؐ کریم ﷺ سے توسّل حاصل کرنا ان کی وفات کے بعد ثابت ہے، جیسا کہ روایت کیا امام بیہقی اور امام ابنِ ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہما نے صحیح اسناد کے ساتھ کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے پاس آئے اور عرض کی:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ هَلَكُوا، فَأَتَاهُ النَّبِيَ فِي الْمَنَامِ وقَالَ: ائْتِ عُمَرَ بنِ الخَطَابِ وَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّهُمْ يسْقيونَ ، فَأَتَاهُ وَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ وسقوا

یارسول اللہ ﷺ! اپنی امت کو سیراب فرمایئے بیشک وہ ہلاک ہو گئی تو نبیؐ کریم ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ " عمر بن خطاب کے پاس جاؤ اور ان کو سلام کرو اور انھیں خبر دو کہ وہ سیراب کیے جائیں گے "

تو وہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس آئے اور انھیں اس کی خبر دی تو حضرت عمر رونے لگے اور وہ سیراب ہو گئے۔" [14]

یہاں استدلال کا محل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل ہے اور وہ صحابی ہیں اور ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عمل سے منع نہیں فرمایا نہ ہی آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے دیگر صحابہ میں سے کسی نے منع فرمایا۔

******

([14]) المصنف لابن ابی شیبہ:کتاب الفضائل، ما ذكر في فضل عمر بن الخطاب رضي الله عنه، (ج6/ص356)، رقم الحديث: 32002

دوسری فصل

مددمانگنے کے بارے میں

سوال۔1 : "استغاثہ" کا کیا معنٰی ہے؟

جواب۔ "استغاثہ" کا معنی بندے کا کسی ایسے شخص سے فریاد کرنااور مدد حاصل کرنا ہے جو اس پر واقع کسی سختی وغیرہ کو بندے سے دور کردے۔

سوال۔2 : کیا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے؟

جواب۔ جی ہاں، اللہ تعالٰی کے غیر سے مدد طلب کرنا جائز ہے اس اعتبار سے کہ یہ سبب اور واسطہ ہے [15] تو بیشک یہ مدد ہی ہے اور حقیقی مدد کرنے والا اللہ عزوجل ہی ہے تو یہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے لیے اسباب اور واسطوں کو بنایا ہے جس پر دلیل نبیّ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ

وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيه

"اللہ تعالٰی اپنے اس بندے کی مدد کرتا ہے جو بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔"اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[16]

([15]) اعلی حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک نہایت عمدہ رسالہ بنام "برکات الامداد لاهل الاستمداد" تحریر فرمایا ہے جس میں قرآن مجید واحادیث حمیدہ سے دلائل پیش فرما کر مسئلہ استغاثہ واستعانت کو مزید واضح کیا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

"استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات ومالک مستقل وغنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے، اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض وذریعہ ووسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج21/ص303)

مزید رقمطراز ہیں: "یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں اللہ عزوجل وسیلہ وتوسل وتوسط بننے سے پاک ہے۔" (المرجع السابق، ج21/ص303)

مزید فرماتے ہیں: " اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں۔" (المرجع السابق، ج21/ص304)

([16]) الصحيح للمسلم : كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، (ج4/ص2074)، رقم الحديث: 2699

اور راستے کے حقوق کے بارے میں نبیؐ کریم ﷺ کا فرمان:

وَاَن تُغِيثُوا الملهُوفَ، وتَهْدُوا الضَّالَّ

"اور مصیبت زدہ کی مدد کرو اور بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاؤ" اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[17]

تو مدد کرنے کی نسبت اور اس کی اضافت بندے کی طرف کی گئی اور بعض بندوں کو بعض کی مدد کرنا اچھا ہے۔

سوال۔3 : استغاثہ کے مشروع (شریعت کے مطابق) ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔ اس پر بہت سی دلیلیں ہیں۔[18] ان میں سے:

ایک وہ ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزکاۃ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الأُذُنِ، فَبَيْنَما هُمْ كَذَلِكَ؛ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ

"بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کا پسینہ ان کے نصف کان تک پہنچ جائے گا تو وہ مدد کے لیے حضرت علیہ السلام سے کہیں گے پھر حضرت م علیہ السلام سے پھر حضرت محمد ﷺ سے۔"[19]

---

[17] السنن أبي داود : كتاب الأدب، باب في الجلوس في الطرقات، (جـ4/صـ256)، رقم الحديث: 4817

[18] امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ رسالہ "برکات الامداد لاهل الاستمداد" میں اس مسئلہ پر 33 احادیث نقل فرمائی، 10 افعال سے استعانت پر اور 20 اشخاص سے استعانت پر پھر مزید 3 کا اضافہ کیا اور کل 33 احادیث سے مذکورہ مسئلہ کو خوب واضح فرمادیا، ارقام فرماتے ہیں:

"حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے۔ کہ _____ صبح کی عبادت سے استعانت کرو ____ شام کی عبادت سے استعانت کرو ___ کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو _____ علم کے لکھنے سے استعانت کرو _____ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے۔۔۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ21/صـ305،306)

"یہ دس حدیثیں تو افعال سے استعانت میں ہوئیں، بیس حدیثیں اشخاص سے استعانت میں لیجئے کہ تیس احادیث کا عدد کامل ہو۔" (المرجع السابق، جـ21/صـ308)

"والحمدلله رب العلمين تیس حدیث کا وعدہ بحمد اللہ پورا ہوا، آخر میں تین حدیثیں وہابیت کش اور سنتے جائیے کہ عدد وتر اللہ عزوجل کو محبوب ہے۔" (المرجع السابق، جـ21/صـ317)

[19] الصحيح للبخارى: كتاب الزكاة، باب من سأل الناس تكثرا، (جـ2/صـ123)، رقم الحديث: 1474

توبلاشبہ اہلِ علم سب کے سب متفق ہیں انبیاء کرام سے استغاثہ کے جائز ہونے کے بارے میں اور یہ علماء اسلام پر اللہ تعالیٰ کے طرف سے الہام ہے اور یہ قوی دلیل ہے انبیاء کرام سے دنیا اور آخرت میں توسّل اور استغاثہ کے جائز ہونے کے بارے میں۔

اور انہیں دلائل میں سے یہ دلیل ہے جسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ (أَيْ عَنْ الطَرِيْقِ) أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا أَنِيسٌ، فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي

جب تم میں سے کوئی راستہ بھٹک جائے یا مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں اس کا کوئی انیس (ساتھی) موجود نہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔[20]

اور دوسری روایت میں ہے: اَعِينُونِي، فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً لَا تَرَونَهُمْ

"میری مدد کرو، پس اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق ایسی ہے جسے تم نہیں دیکھتے۔" [21]

پس یہ واضح حدیث ہے مدد مانگنے کے جواز کے بارے میں اور غائب کو پکارنے کے بارے میں خواہ وہ زندہ ہوں یا میت اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

حضرت امام سید احمد بن زینی دہلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اور اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ زندہ اور مردہ سے توسّل اور استغاثہ جائز ہے اس لیے کہ ہم عقیدہ نہیں رکھتے تاثیر یا نفع یا نقصان کا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور انبیاء کرام کی طرف سے کسی چیز میں کوئی تاثیر نہیں ہے، صرف اتنا ہی ہے کہ ان سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور ان کے بلند و بالا مقام کی وجہ سے مدد طلب کی جاتی ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور وہ لوگ جو احیاء اور اموات کے درمیان فرق کرتے ہیں وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تاثیر زندوں کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ اموات کی طرف سے اور ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (الصافات۔آیۃ 96)"اور اللہ تعالیٰ تمہیں بنانے والا ہے اور جو کچھ تم جانتے ہو۔" [22]

******

---

[20] المعجم الكبير للطبراني: باب العين، ما أسند عتبة بن غزوان، (جـ17/صـ117)، رقم الحديث: 290

[21] المعجم الكبير للطبراني: باب العين، ما أسند عتبة بن غزوان، (جـ17/صـ117،118)، رقم الحديث: 290، المكتبة الفيصلية — بيروت

[22] خلاصة الكلام فى امراء البلد الحرام: ذكر الدعاء المسنون عند الخروج البيت الى الصلاة، (صـ325)

تیسری فصل

زندوں کے لیے فوت شدگان سے نفع

سوال۔1 : کیا ہمیں دنیا میں فوت شدہ سے نفع حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب۔جی ہاں، میت زندوں کو فائدہ دیتی ہے تحقیق ثابت ہے کہ اموات زندوں کے لیے دعا اور شفاعت کرتے ہیں۔

سیدنا شیخ الاسلام امام عبداللہ بن علوی الحداد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع عطا فرمائے۔ فرماتے ہیں کہ

"زندوں کی نسبت دنیا سے رحلت فرمانے والے زندوں کو زیادہ نفع دیتے ہیں اس لیے کہ زندہ افراد فکرِ معاش کی وجہ سے دوسروں کی طرف اتنی توجہ نہیں کر سکتے جبکہ دنیا سے رحلت فرمانے والے فکرِ معاش سے آزاد ہو چکے ہیں، ان کو اپنے سابقہ اعمال کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی، فرشتوں کی طرح ان کا اس کے علاوہ کسی امر سے تعلق نہیں ہوتا۔"[23]

سوال۔2 : اموات سے زندوں کو فائدہ حاصل ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے :

إِنَّ أَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَى أَقَارِبِكُمْ وَعَشَائِرِكُمْ ، فَإِنْ كَانَ خَيْرًا اسْتَبْشَرُوا ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ، قَالُوا: اللهُمَّ لَا تُمِتْهُمْ، حَتَّى تَهْدِيَهُمْ كَمَا هَدَيْتَنَا

"بے شک تمہارے اعمال تمہارے عزیز و اقارب پر پیش کیے جاتے ہیں تو اگر وہ اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور بصورت دیگر وہ کہتے ہیں: اے اللہ ! انہیں موت نہ دے یہاں تک کہ انہیں ہدایت دے جس طرح تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔"[24]

اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبیّ کریم ﷺ نے فرمایا کہ :

حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ ، فَمَا رَأيتُ مِن خيرٍ حَمِدْتُ اللَّهَ ، وَمَا ك رَأَيتُ مِن شرٍ اسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ

"میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیے جائیں گے تو میں جو اچھا کام دیکھوں گا اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور جو برا کام دیکھوں گا تو تمہارے لیے دعائے مغفرت

([23]) تثبيت الفؤاد بذكر مجالس القطب عبدالله الحداد: ذكر نفع الأموات للأحياء، (جـ2/صـ649)

([24]) مسند للإمام أحمد بن حنبل: مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، (جـ20/صـ114)، رقم الحديث: 12683

کروں گا۔" [25] علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب نبیؐ کریم ﷺ کے سامنے گنہگار امتی کے اعمال پیش کیے جائیں گے تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی دعائے مغفرت سے بڑا کیا فائدہ ہوگا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ صاحبِ قبر کے زندہ کو فائدہ پہنچانے کی قوی دلیل وہ واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کو شب معراج پیش آیا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض فرمائی تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے رب سے رجوع فرمائیں اور تخفیف کی درخواست کریں جیسا کہ حدیثِ صحیح میں آیا ہے۔[26]

سیدنا موسیٰ علیہ السلام رفیقِ اعلیٰ کی طرف رحلت فرما چکے تھے ہم اور قیامت تک آنے والے امتِ محمدیہ کے افراد ان کی برکت سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ان کے واسطے سے تمام امت کے لیے تخفیف واقع ہوگئی اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

سوال۔3 : کیا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب۔جی ہاں! [27] کیوں کہ ثابت ہے کہ وہ حج کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انسان مکلف نہیں ہوتا، لیکن لطف اندوز ہونے کے لیے اعمال ادا کرتا ہے، لہذا یہ بات اس امر کے منافی نہیں ہے کہ آخرت دارِ عمل نہیں۔

سوال۔4 : انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی پر دلیل کیا ہے؟

جواب۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ

شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہمارا گزر ہوا، وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔[28]

([25]) مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار: زاذان، عن عبد الله ، (جـ5/صـ308)، رقم الحديث: 1925

([26]) الصحيح للبخاری: كتاب التوحيد، باب قوله وكلم الله موسى تكليما، (جـ9/صـ149)، رقم الحديث: 7517

([27]) امام اہلسنت الحافظ المفتی الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: " انبیاء کی حیات روحانی جسمانی دنیاوی ہے بعینہٖ اُسی طرح جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں تھے۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ29/صـ545)

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

" انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حِسّی دُنیاوی ہے، ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔اِس حیات پر وہی اَحکام دنیویہ ہیں۔ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی اَزواج کو نکاح حرام نیز اَزواجِ مُطہّرات پر عدت نہیں، وہ اپنی قبُور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔" (ملفوظاتِ اعلی حضرت، حصه سوم، صـ362)

([28]) الصحيح للمسلم: كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، (جـ4/صـ1845)، رقم الحديث: 2375

امام بیہقی اور ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہما حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ،

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ

انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔[29] امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔[30]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں شہدا کی زندگی صراحتاً بیان فرمائی ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

"ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہر گز مردہ گمان نہ کرو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔" [31]

جب شہید زندہ ہیں تو انبیاء کرام اور صدّیقین بطریقِ اولیٰ زندہ ہوں گے کیوں کہ وہ شہدا سے بلند درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي وَأَضَعُ ثَوْبِي وَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللَّهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والدِ ماجد آرام فرما رہے ہیں اس حال میں داخل ہوا کرتی تھی کہ پردے کا خاص اہتمام نہ ہوتا تھا، میں کہتی تھی کہ ایک میرے شوہر محترم ہیں اور دوسرے میرے والدِ ماجد ہیں۔جب ان کے ساتھ حضرت عمر دفن ہوئے تو اللہ کی قسم! عمر فاروق سے حیا کی بنا پر اس طرح داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے جسم کو خوب اچھی طرح کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہوتا تھا۔

اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[32]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس امر میں کوئی شک نہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ رہے ہیں، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں دفن ہوئے تو داخل ہوتے وقت پردے کا خصوصی اہتمام کیا کرتی تھیں۔

****

---

(29) مسند أبي يعلى: مسند أنس بن مالك ما أسنده الحسن بن أبي الحسن، عن أنس بن مالك ، ثابت البناني عن أنس، (ج6/ص147)، رقم الحديث: 3425

(30) فيض القدير شرح الجامع الصغير: (فصل في المحلى بأل من هذا الحرف) أي حرف الهمزة وهو ختامه، (ج3/ص184)، رقم الحديث: 3089

(31) سورة ال عمران – آية 169

(32) مسند للإمام أحمد بن حنبل: مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، (ج42/ص440)، رقم الحديث: 25660

چوتھی فصل

تبرک کے بارے میں

سوال۔1 : کیااللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز ہے؟

جواب۔جی ہاں! جائز، بلکہ مستحب ہے اور اس پر علما کا اتفاق ہے۔[33]

سوال۔2 : اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اس کے بہت سے دلائل ہیں چند ایک یہ ہیں:

ا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُ لهُ فَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَن تَقَع شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ

میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال مونڈ رہا تھا صحابۂ کرام علیہم الرضوان آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے وہ چاہتے تھے کہ (آپ کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے بلکہ) کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آئے۔[34]

وہ آپ کے بال مبارک کو برکت اور شفا حاصل کرنے کے لیے حفاظت سے رکھتے تھے۔

([33]) امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: " فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفاو خلفا زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلا نکیر رائج و معمول اور باجماع مسلمین مندوب و محبوب بکثرت احادیث صحیحہ و صحیح بخاری و مسلم وغیرہما صحاح و سنن و کتب حدیث اس پر ناطق، جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ الشارقۃ میں ذکر کی۔اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاحاجت نہیں اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اُس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔" (العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، ج21/ص412)

([34]) الصحيح للمسلم: كتاب الفضائل، باب قرب النبي عليه السلام من الناس وتبركهم به، (ج4/ص1812)، رقم الحديث: 2325

۲۔ یہ ثابت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نبیّ کریم ﷺ کے چند بال مبارک اپنی ٹوپی میں رکھا کرتے تھے۔ایک جنگ میں ان کی ٹوپی گر گئی،اسے تلاش کرنے کے لیے انہوں نے شدید حملہ کیا کہ دشمنوں کی کثیر تعداد ماری گئی۔ بعض صحابہ نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ نے ایک ٹوپی تلاش کرنے کے لیے اتنے دشمنوں کو ہلاک کرڈالا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لیے نہیں کیا، بلکہ ان بالوں کے لیے کیاہے جواس ٹوپی میں ہیں تاکہ ان کی برکت سے محروم نہ ہوجاؤں اور مقدس بال مشرکوں کے ہاتھوں میں نہ چلے جائیں۔[35]

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَتيت النبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهُو فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلالا أَخْذ وَضُوءَالنبى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ الْوُضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحُ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ صَاحِبِهِ

میں نبیّ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ایک چمڑے کے خیمے میں تشریف فرماتھے۔میں نے حضرت بلال کو دیکھاان کے پاس نبیّ اکرم ﷺ کے وضو کا پانی تھا، جسے حاصل کرنے کے لیے صحابہ جھپٹ رہے تھے، جسے پانی کا کچھ حصّہ مل جاتاوہ اپنے جسم پر مل لیتااور جسے نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرلیتا۔ یعنی برکت اور شفاحاصل کرنے کے لیے۔[36]

مسندِامام احمد میں حضرت امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

كَانَ الْمَاءُ يَسْتَنْقِعُ فِي اجفانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حين غسلوه بَعدَ موتهِ فَكَانَ عَلِيٌّ يَحْسُوهُ

نبیّ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا،تو آپ کی آنکھوں کے پپوٹوں میں پانی جمع ہوجاتا تھا، توحضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے منہ لگاکر پانی پیتے تھے۔[37] یعنی نبیّ اکرم ﷺ کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت اسمابنتِ ابو بکر رضی اللہ عنہما نے طیالسی جبہ ٔمبارک نکالااور فرمایاکہ رسول اللہ ﷺ اسے پہنا کرتے تھے،

فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا ۔اور ہم اسے بیماروں کے لیے دھوتے ہیں،اس کی برکت سے شفاحاصل کی جاتی ہے۔[38]

([35]) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، (ج2/ص56)

([36]) الصحيح للبخارى: كتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الأحمر، (ج1/ص84)، رقم الحديث: 376

([37]) المسند للامام احمد بن حنبل: من مسند بني هاشم، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب الخ (ج4/ص229)، رقم الحديث: 2403

([38]) الصحيح للمسلم: كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة الخ، (ج3/ص1641)، رقم الحديث: 2069

پانچویں فصل

قبروں کی زیارت کے بارے میں

سوال۔1 : انبیاء،اولیاءاور دوسروں کی قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ان کی قبروں کی زیارت اوران کی طرف سفر کر کے جانا مستحب ہے۔[39] علماء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ابتداءِاسلام میں قبروں کی زیارت ممنوع تھی، پھر یہ ممانعت نبیِّ اکرم ﷺ کے ارشاد اور عمل سے منسوخ ہو گئی۔

سوال۔2 : قبروں کی زیارت کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنتُ نهيتُكم عن زيارة القبورِ، فزُورُوها

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو۔" [40]

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ ثُمَّ بَدَا لِي فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو کہ قبروں کی زیارت کرنے سے دل نرم ہوتے ہیں اور آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔" [41]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیِّ اکرم ﷺ رات کے آخری حصے میں جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ , وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ , غَدًا مُؤَجَّلُونَ , وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ , اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ

([39]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں:
"قبور مسلمین کی زیارت سنّت اور مزارات اولیاء کرام و شہداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انھیں ایصال ثواب مندوب و ثواب۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ9/صـ532)

([40]) الصحيح للمسلم: كتاب الكسوف، باب استئذان النبي الخ، (جـ2/صـ672)، رقم الحديث: 977

([41]) السنن الكبير للبيهقي: كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، (جـ4/صـ129)، رقم الحديث: 7198

اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہے، کل تمہارے پاس وہ آجائے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اے اللہ! جنت البقیع والوں کی مغفرت فرما۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[42]

سوال۔3 : عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ علماکرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں: قبروں کی زیارت مردوں کے لیے سنّت ہے اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے۔[43]

ہاں! اگر برکت حاصل کرنے کے لیے ہو مثلاً انبیاء، اولیاء یا علماء کے مزارات کی زیارت کریں تو مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی سنّت ہے۔

بعض علما نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت مطلقاً جائز ہے، کیوں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ نبیّ اکرم ﷺ نے ایک عورت کو قبرستان میں اپنے بیٹے کی قبر پر روتے ہوئے دیکھا، تو اسے صبر کا حکم دیا اور اس پر انکار نہیں فرمایا۔[44]

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبیّ اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کو قبروں کی زیارت کی دعا سکھائی، جب انہوں نے عرض کیا کہ میں قبر والوں کو کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہو:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُكم اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ

"سلام ہو تم پر اے قبروں میں رہنے والے مومنو اور مسلمانو!، اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، اور ہم ان شاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔[45]

سوال۔4 : نبیّ اکرم ﷺ کا فرمان: لعنَ اللهُ زوَّاراتِ القبورِ

اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر[46] اس کا کیا مطلب ہے؟

([42]) الصحيح للمسلم: كتاب الكسوف، باب ما يقال عند دخول القبور الخ، (جـ2/صـ669)، رقم الحديث: 974

([43]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: "اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ9/صـ537) خاص اس مسئلہ پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بنام "جُمَلُ النّور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور" فتاویٰ رضویہ جلد 09، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، میں موجود ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔

([44]) الصحيح للبخارى: كتاب الجنائز، باب قول الرجل للمرأة عند القبر: اصبري، (جـ2/صـ73)، رقم الحديث: 1252

([45]) الصحيح للمسلم: كتاب الكسوف، باب ما يقال عند دخول القبور الخ، (جـ2/صـ670)، رقم الحديث: 974

([46]) السنن الكبير للبيهقي: كتاب الجنائز ، باب ما ورد في نهيهن عن زيارة القبور، (جـ4/صـ130)، رقم الحديث: 7204

جواب۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جب عورتیں میت کی خوبیاں گنوانے، نوحہ کرنے اور رونے کے لیے قبروں کی زیارت کریں، جیسے کہ ان کی عادت ہے ایسی زیارت حرام ہے اور اگر ان مقاصد کے لیے نہ ہو تو حرج نہیں۔[47]

سوال۔5 : نبیِّ کریم ﷺ کا فرمان: لا تشَدُّ الرِّحالُ إلا إلى ثلاثةِ مساجدَ، کجاوے صرف تین مساجد کی طرف سفر کرنے کے لیے باندھے جائیں[48] اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی طرف اس کی فضیلت کی بنا پر کجاوے باندھ کر سفر نہیں کیا جائے[49]، اگر یہ مطلب نہ ہو تو لازم آئے گا کہ کجاوے باندھ کر عرفات، منٰی، والدین اور رشتہ داروں کی زیارت، طلبِ علم، تجارت اور جہاد کے لیے بھی سفر نہ کیا جائے حالاں کہ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔[50]

---

[47] عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني: كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، (ج8/ص70)

اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی رائے مختلف ہے، آپ کے نزدیک عورتوں کی مزارات پر حاضری مطلقا منع ہے چاہے عورتیں خلاف شریعت اعمال میں ملوث ہوں یا نہ ہوں، اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے مزین ایک مفصل فتوی تحریر فرمایا جس کا نام **"جُمَلُ النّور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور"** ہے۔

آپ فرماتے ہیں: "عبارات رخصت (جن میں علماء نے اجازت مرحمت فرمائی) میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ، میرے، نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہلِ احتیاط نے اختیار فرمایا۔"

(العطايا النبوية فی الفتاوى الرضوية، ج9/ص547)

[48] الصحيح للبخارى: كتاب الجمعة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، (ج2/ص60)، رقم الحديث: 1189

[49] شرح النووى على مسلم: كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، (ج9/ص106)

[50] اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" رہی حدیث 'لا تشد الرحال' ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لیے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے ورنہ زنہار الفاظ حدیث طلب علم و اصلاح مسلمین و جہاد و اعداء و نشر دین و تجارت حلال و ملاقات صالحین و غیرہا مقاصد کے لیے سفر سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی: **لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تُشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ تُبْتَغَى فِيهِ الصَّلَاةُ، غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَمَسْجِدِي هَذَا**.. ناقہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کسے جائیں سوائے مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔ تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی ۔۔ **والحمد لله رب العٰلمين** "

(العطايا النبوية فی الفتاوى الرضوية، ج10/ص800)

چھٹی فصل

اموات کا سننا

سوال۔1 : کیااموات (مردے) شعور رکھتے ہیں اور جو کچھ گفتگوان کے پاس کی جاتی ہے اس کو سنتے ہیں؟

جواب۔جی ہاں! [51] اسی وجہ سے نبیّ اکرم ﷺ نے اموات کی زیارت اور انہیں صیغۂ خطاب کے ساتھ سلام کرنے کو جائز قرار دیا۔

نبیّ اکرم ﷺ کثرت کے ساتھ جنّت البقیع والوں کی زیارت کرتے تھے اور انہیں سلام کہتے تھے اور یہ آپ ﷺ کی شان سے بعید ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو سلام کہیں جو سنتے اور سمجھتے نہ ہوں۔

سوال۔2 : اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابنِ ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَا من رى رَجُل يَزُوْرُ قَبْرَ أخِيْهِ، وَيَجْلِس عِنْدَهُ إلا أسْتأنس بِهِ ، وَرَدّ عَلَيْهِ حَتّى يَقُوْم.

"جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو قبر والا اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص اٹھ جائے۔"[52]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ،

اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ أخِيْهِ رَدّ عَلَيْهِ السَّلَام وَعَرَفَهُ ، وإذَا مرَّ بِقَبْرِ لَا يَعْرِفَهُ فَسَلمَ عَلَيهِ رَدّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور اسے سلام کہے تو وہ اسے اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جو اسے نہیں پہچانتا اور سلام کہے تو وہ اگرچہ اسے نہیں پہچانتا تاہم اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔[53]

(المسند للا امام احمد بن حنبل: مسند المكثرين من الصحابة، (جـ18/صـ152)، رقم الحديث: 11609)

([51])اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: " قبر پر کوئی جائے مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے جیسے دنیا میں، یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں، **وقدفصلناهافی حیاةالموات فی بیان سماع الاموات** (ہم نے حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے) " (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ9/صـ523)

([52]) كتاب العاقبة فى ذكر الموت: الباب التاسع في زيارة القبور، (جـ1/صـ211)

([53]) شعب الايمان: باب الصلاة على من مات من اهل القبلة، فصل في زيارة القبور، (جـ11/صـ473)، رقم الحديث:8857

سوال۔3 : اللہ تعالیٰ کافرمان: وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ

"اور آپ ان لوگوں کو نہیں سناتے جو قبروں میں ہیں" [54] کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے ابنِ قیم نے کتاب الروح میں کہا کہ :

آیتِ کریمہ کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مردہ دل کافر کو (اگرچہ وہ بظاہر زندہ ہو) اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ سنانے سے نفع حاصل کرے، جیسا کہ آپ اہل قبور کو اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ نفع حاصل کریں،

اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ اہلِ قبور کچھ بھی نہیں سنتے۔یہ مراد کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ نبیّ اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اہلِ قبور وداع کرنے والوں کی جوتوں کی آہٹ کو سنتے ہیں، یہ بھی خبر دی کہ بدر کے مقتول کافروں نے آپ کے کلام اور خطاب کو سنا، نبیّ اکرم ﷺ نے اہل قبور کو صیغۂ خطاب کے ساتھ کلام کہنے کی اجازت دی، جسے مخاطب سنتا ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو سلام کہے وہ اس کے سلام کا جواب دے۔یہ اس آیت کی نظیر ہے:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ

"بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے اور بہروں کو پکار نہیں سناتے جب وہ پشت پھیر کر چل دیں۔"[55] (سورۃ النمل: ۸۰)

---

[54] سورة فاطر – آية 22

[55] كتاب الروح: المسألة السادسة وهي أن الروح هل تعاد إلى الميت الخ، (جـ1/صـ45)

اس آیۃ مبارکہ کے مطالب بیان کرتے ہوئے امامِ اہلسنت الفقیہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں:

" جواب اوّل: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع (مردوں کو سنانا) ہے نہ نفی سماع، پھر اسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔نظیر اس کی آیہ کریمہ انک لا تھدی من احببت ہے۔(سورۃ القصص، آیۃ 56) اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشاء (سورۃ البقرۃ، آیۃ 272) یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: ان اللہ یسمع من یشاء (سورۃ فاطر، آیۃ 22، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے) وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے"

مزید فرماتے ہیں:

" جواب دوم: نفی سماع (سننے کی نفی) ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول وانتفاع (یعنی سن کر قبول کرنا اور فائدہ اٹھانا) ہے۔باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا۔کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔

ساتویں فصل

اموات کے لیے ثواب کے تحفے بھیجنا

سوال۔1 : قبروں کے پاس قرآنِ پاک پڑھنے اور اس کا ثواب اہلِ قبور کو پہنچانے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔اہلِ قبور کے لیے مسلمانوں کا ہر عمل خواہ وہ قرآنِ پاک کی تلاوت ہو یا کلمۂ طیبہ کا ورد ہو، حق اور درست ہے، علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا ثواب اہلِ قبور کو پہنچتا ہے،[56] کیوں کہ مسلمان تلاوت اور کلمۂ طیبہ پڑھنے کے بعد یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو کچھ ہم نے تلاوت کی اور کلمۂ طیبہ پڑھا، اس کا ثواب فلاں کو پہنچا۔

اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب دعا نہ کرے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ثواب نہیں پہنچتا۔ متأخرین علمائے شافعیہ باقی تین اماموں کی طرح قائل ہیں کہ تلاوت اور ذکر کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔

اور جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

امام حجت قطب الارشاد سیدنا عبد اللہ بن علوی نفع اللہ بہ نے اپنی کتاب سبیل الاذکار میں فرمایا کہ،

"اہلِ قبور کو برکت کے لحاظ سے عظیم ترین اور بہت ہی نفع دینے والی چیز جو بطورِ ہدیہ پیش کی جاتی ہے وہ قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے ثواب کا ایصال ہے، شہروں اور زمانوں میں مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے اور سلف اور خلف کے جمہور علما اور اولیا کا یہی مذہب ہے۔"[57]

سوال۔2 : اہلِ قبور کے لیے قرآنِ پاک کی تلاوت کے جائز ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد، امام ابو داؤد اور امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِقْرَؤُوا عَلٰی مَوتَاكُمْ سُورَةَ يس۔ اپنے مردوں پر سورۂ یٰس پڑھو۔[58]

خود اسی آیہ کریمہ انک لاتسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل: ان تسمع الامن یومن بأیٰتنا فھم مسلمون۔ تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج9/ص700،701)

[56] امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں: اس باب میں قول فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج9/ص570)

[57] سبيل الاذكار والاعتبار: العمر الثالث، وهو من حين خروج الانسان من الدنيا الخ، (ص71)

[58] المسند للا امام احمد بن حنبل: أول مسند البصريين، حديث معقل بن يسار، (ج33/ص427)، رقم الحديث: 20314

السنن ابى داؤد: كتاب الجنائز، باب القراءة عند الميت، (ج3/ص191)، رقم الحديث: 3121

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق ہے خواہ نزع کے عالم میں ہو یا وفات کے بعد دونوں حالتوں کو شامل ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ شعب الایمان میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ ،وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ

جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اسے روکو نہیں اسے جلدی اس کی قبر تک لے جاؤ اس کے سر کے پاس سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کے پاس اس سورت کی آخری آیات پڑھی جائیں۔[59]

اس حدیث کو امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں بیان کیا۔[60]

کتاب الروح میں ابنِ قیم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے پاس قرآنِ پاک کا پڑھنا سنت ہے، اس پر انہوں نے دلیل پیش کی ہے کہ سلف صالحین نے وصیت کی کہ ان کی قبروں کے پاس قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وصیت کی کہ ان کی قبروں کے پاس سورۂ بقر کی تلاوت کی جائے۔ اور انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر آمد و رفت رکھتے تھے اور اس کے پاس قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے تھے۔[61]

علماء کرام نے بیان فرمایا کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ اپنے نفلی عمل کا ثواب دوسرے کو دے دے، چاہے نماز ہو یا تلاوت یا ان کے علاوہ۔ اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ،

ایک صحابی نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین تھے، میں ان کی زندگی میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا، ان کی وفات کے بعد ان کی خدمت کیسے کروں؟" نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ مِنْ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِك وَ تَصُومَ لَهُمَا مَعَ صِيامِك

"نیکی میں سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے روزے رکھے "[62]

السنن ابن ماجه: كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال عند المريض إذا حضر، (جـ1/صـ466)، رقم الحديث: 144

([59]) شعب الايمان: الصلاة على من مات من اهل القبلة، (جـ11/صـ472)، رقم الحديث: 8854

المعجم الكبير للطبراني: باب العين، عطاء بن أبي رباح، عن ابن عمر، (جـ12/صـ444)، رقم الحديث: 13613

([60]) جامع الاحاديث: حرف الهمزة ، إذا مع الميم، (جـ4/صـ65)، رقم الحديث: 2782

([61])كتاب الروح : المسألة الأولى وهي هل تعرف الأموات زيارة الأحياء الخ، (جـ1/صـ11.10)

([62]) رد المحتار على الدر المختار: كتاب الحج، باب الحج عن الغير، (جـ2/صـ596) بحواله دارقطنی

سوال۔3 : اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى "انسان کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے" [63] اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: إِذَا مَاتَ اِبْنِ آدَمِ انقَطَعَ عَمَلُهُ "جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے" [64] کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔ابنِ قیم نے کتاب الروح میں بیان کیا کہ،

قرآنِ پاک نے یہ نہیں بیان کیا کہ ایک انسان دوسرے کے عمل سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔قرآنِ پاک نے یہ بیان کیا ہے کہ انسان صرف اپنی کوشش کا مالک ہے، رہی دوسرے کی کوشش تو وہ اس کی ملکیت ہے وہ اگر چاہے تو اسے دوسرے کو دے دے اور اگر چاہے تو اپنے لیے باقی رکھے، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ انسان صرف اپنی کوشش سے ہی نفع حاصل کرتا ہے۔

نبیّ کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کا نفع حاصل کرنا منقطع ہو جاتا ہے، سرکار دو عالم ﷺ نے صرف اس کے عمل کے منقطع ہونے کی خبر دی ہے۔ رہا اس کا عمل، تو وہ عمل کرنے والے کی ملکیت ہے، اگر وہ کسی مسلمان کو بخش دے تو اس مسلمان کو اس کے اپنے عمل کا ثواب نہیں بلکہ عمل کرنے والے کے عمل کا ثواب ملے گا، پس منقطع ایک شے ہے اور جو پہنچ رہی ہے وہ دوسری شے ہے۔[65] تو اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

مفسرین نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان " وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى " کا حکم اس شریعت میں منسوخ ہے اور اس کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے"[66]

اللہ تعالیٰ نے آباء کی نیکی کے سبب اولاد کو جنتی بنا دیا۔[67]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امتوں کے لیے ہیں، اس امت کے لیے وہ کچھ ہے جس کی انہوں نے خود کوشش کی یا ان کے لیے دوسروں نے کوشش کی کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ،

---

(63) سورة نجم – آية 39

(64) الصحيح للمسلم: كتاب الهبات، باب ما يلحق الإنسان من الثواب، (جـ3/ص1255)، رقم الحديث : 1631

(65) كتاب الروح: المسألة السادسة عشرة ، (جـ1/صـ128-129)

(66) سورة الطور – آية 21

(67) تفسير الدر المنثور للسيوطى : زير سورة نجم آية 39، (جـ7/صـ662)

معالم التنزيل في تفسير القرآن للبغوى : زير سورة نجم آية 39، (جـ4/صـ314)

أَنَّ امْرَأَةً دَفَعَتْ صَبِيًّا لَهَا ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ

ایک عورت نے اپنے بچے کو بارگاہِ رسالت میں پیش کیا،اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیااس کے لیے حج ہے؟ فرمایا :

"ہاں اور تیرے لیے اجر ہے"

اورایک دوسرے صحابی نے عرض کی: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ .

یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا انہیں فائدہ دے گا؟ فرمایا: "ہاں"۔[68]

اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

****

---

[68] معالم التنزيل في تفسير القرآن للبغوى : زير سورة نجم آية 39 ، (جـ4/صـ314)

آٹھویں فصل

قبروں کے احکام

سوال۔1 : قبروں کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔اکثر علماء نے اسے صرف مکروہ قرار دیا بعض علما نے فرمایا ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے جائز اور مباح ہے اور کسی نے اس کے حرام ہونے کا قول نہیں کیا۔[69]

سوال۔2 : اس کے جواز کی دلیل کیا ہے؟

جواب۔اسکی دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے اس بارے میں ممانعت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی ممنوع ہونے پر کوئی دلیل ہے۔

مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو رونے لگے اور روضہ اقدس پر اپنے رخسار ملنے لگے۔[70]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک پر رکھتے، خطیب ابنِ جملہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔[71]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ جب ان سے نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقدِ انور کو بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔[72]

سوال۔3 : قبروں پر رنگ و روغن کرنا اور ان پر عمارت بنانا کیسا ہے؟

جواب۔قبروں پر رنگ و روغن کرنا اکثر علما کے نزدیک مکروہ ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مکروہ نہیں ہے۔

---

(69) امامِ اہلسنت الفقیہ المحدث الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ رقم کرتے ہیں: " فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے کہ دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب، تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت ہے۔اور عوام کے لیے منع ہی احوط ہے، ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل!" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، جـ9/صـ528)

(70) تاريخ دمشق لابن عساكر: إبرهيم بن محمد بن سليمان بن بلال ، (جـ7/صـ137)، رقم الحديث: 493

(71) وفاء الوفاء بااخبار دارالمصطفى: الفصل الرابع في آداب الزيارة والمجاورة ، (جـ4/صـ218)

(72) وفاء الوفاء بااخبار دارالمصطفى: الفصل الرابع في آداب الزيارة والمجاورة ، (جـ4/صـ217)

شریعت میں ایسی کوئی دلیل وارد نہیں ہوتی جو اس کے حرام ہونے پر دلالت کرے۔ رہی وہ حدیث جس میں قبر پر رنگ و روغن کرنے، اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے کی ممانعت ہے تو جمہور علما اس امر پر متفق ہیں کہ وہ نہی تحریمی نہیں، تنزیہی ہے۔

سوال۔4 : بہت سے شہروں میں لوگ قبروں پر رنگ و روغن کرتے ہیں، کیا یہ محض بے کار ہے؟

جواب۔ لوگوں نے یہ کام محض بے کار نہیں کیا اور نہ ہی محض زینت کے لیے کیا ہے بلکہ اس کے کچھ اچھے مقاصد ہیں جیسا کہ :

ا۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ قبریں ہیں تو ان کی زیارت کریں اور انہیں بے ادبی سے محفوظ رکھا جائے۔

۲۔ اموات کے اجسام کے مٹی ہو جانے سے پہلے ان کی قبروں کو کھود نہ ڈالیں، کہ ایسا کرنا شریعتِ مبارکہ میں حرام ہے۔

۳۔ عزیزوں کی قبروں کے پاس اپنے اعزہ واقرباء کو دفن کریں جیسا کہ یہ سنت ہے۔

کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ نبیِّ اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس بڑا پتھر رکھا اور فرمایا:

أعلَم عَلٰى قَبْرِ أخِي لِأُدْفنَ إلَيهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أقَارِبي

ہم نے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگایا ہے، تاکہ جو ہمارے قریبی رشتے دار فوت ہوں انہیں ان کے پاس دفن کریں۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا۔[73]

قبروں پر عمارت خانے کے بارے میں علماء نے تفصیل بیان کی ہے:[74]

([73]) السنن ابی داؤد: كتاب الجنائز، باب في جمع الموتى في قبر والقبر يعلم ،(ج3/ص212) ، رقم الحديث : 3206
السنن الصغير للبيهقي: كتاب الجنائز، باب السنة في سل الميت من قبل رجل القبر ،(ج2/ص29) ، رقم الحديث : 1121

([74]) اعلی حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں پر عمارت بنانے سے متعلق جائز و ناجائز صورتوں کے ساتھ مفصل کلام کیا ہے، ہم آپ کے کلام کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، دلائل کے ساتھ تفصیل فتاوی رضویہ جلد 09 میں ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ اگر عمارت پہلے بنالی جائے بعدہ اس میں دفن کیا جائے تو اسے اصطلاح میں اقبار فی البناء کہتے ہیں یہ جائز ہے۔

2۔ اگر دفن کے بعد قبر پر عمارت بنائی جائے تو اسے اصطلاح میں بناء علی القبر کہتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں :

(i) پہلی صورت یہ کہ خاص قبر پر کوئی عمارت بنادی جائے اور اسے بلند کر دیا جائے، یہی بناء علی القبر کا حقیقی معنی ہے بہت سے علماء دین نے ممانعت کی احادیث و روایات سے اسی معنی کو مراد لیا ہے، ظاہر ہے یہ صورت ناجائز و ممنوع ہے۔

(ii) دوسری صورت یہ کہ قبر کے ارد گرد کوئی چبوترہ، مکان، یا باقاعدہ عمارت تعمیر کر دی جائے، عموما اسی صورت پر بادشاہوں، امراء وغیرہ کی قبروں پر عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں ان کے احکام ملاحظہ کیجیے اس کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات کا حکم بھی واضح ہو جائے گا۔

● اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے کسی دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر عمارت بنادی جائے تو ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین یا دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت سے تعمیر کرے تو مکروہ ہے، حرام نہیں، خواہ وہ گنبد بنائے یا دوسری عمارت۔

۲۔ اور اگر وقف قبرستان میں ہو یا راستے میں تو حرام ہے اور حرمت کی وجہ صرف یہ ہے کہ زمین پر قبضہ کرنے سے دوسروں کو میت کے دفن کرنے میں رکاوٹ ہو گی اور قبرستان تنگ ہو جائے گا اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں ہے۔

۳۔ ہاں! اس میں اولیا کرام اور ائمۂ مسلمین کی قبریں مستثنیٰ ہیں، ان پر عمارت بنانا جائز ہے اگر چہ وہ راستے میں واقع ہوں کیوں کہ اس میں زیارت قبور کی ترویج ہے جس کا شریعت میں حکم دیا گیا، نیز ان قبروں سے برکت حاصل کی جائے گی اور ان کی پاس تلاوتِ قرآن سے زندہ افراد اور اصحابِ قبور نفع حاصل کریں گے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ اس پر سلف اور خلف کا عمل رہا ہے اور یہ علما کے نزدیک حجت ہے۔

سوال۔5 : حدیث شریف لَعَنَ اللّٰہُ اليَهُودَ والنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أنبِيَائهِم مَسَاجِدَ

"اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے یہود و نصاریٰ پر، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا" [75] کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔ علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا مطلب تعظیم کی نیت سے قبروں کو سجدہ کرنا اور ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا ہے جیسے کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی تعظیم کے لیے ان کو قبلہ بنا کر اور ان طرف رخ کرکے نماز پڑھتے تھے اور یہ قطعاً حرام ہے۔ [76]

- اگر نیتِ فاسدہ ہو جیسے امیروں، بادشاہوں کی قبروں پر بطور فخر و زینت کثیر خرچ کے ساتھ بلند عمارتیں بنائی جاتی ہیں تو یہ بھی فسادِ نیت کے سبب ممنوع ہے۔
- اسی طرح اگر عمارت کی تعمیر بالکل بے فائدہ ہو مثال کے طور پر جنگل میں کسی کی قبر واقع ہے نہ وہاں کوئی جاتا ہے نہ کسی کا گزر یا ایسی جگہ ہے جہاں لوگوں کا آنا جانا نہیں ہوتا نہ کسی صالح بزرگ کی قبر ہے کہ لوگ وہاں جاکر برکت حاصل کریں ایسی صورت میں اسراف اور تضیعِ مال کے سبب ممانعت ہے۔
- جہاں مذکورہ ممنوعاتِ شرعیہ نہ ہوں وہاں قبر کے گرد عمارت بنانا ممنوع نہیں، بلکہ علماء امت نے مزاراتِ اولیاء کرام پر عمارتیں بنانے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ لوگ آئیں زیارت کریں، برکت حاصل کریں اور ذکر و اذکار، تلاوت قرآن و درود پاک وغیرہ عبادت میں مشغول ہوں۔ (ملخص: ابو محمد القادری) (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج9/ص415 الى 419)

[75] الصحيح للبخارى: كتاب الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما، (ج2/ص102)، رقم الحديث: 1390

[76] اس حدیث مبارکہ پر اعلی حضرت امام اہلسنت رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر مفصل کلام فرمایا ہے، ہم قارئین کی خدمت میں اس بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں، تفصیل کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

تو ممانعت ان کی مشابہت اختیار کرنے کی ہے جیسا کہ وہ قبروں کو سجدہ کیا کرتے تھے یا ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور ایسا فعل کسی مسلمان سے سرزد نہیں ہو سکتا اور اسلام میں پایا بھی نہیں جائے گا کیوں کہ نبیّ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ "

بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی عبات کریں، ہاں! ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے گا۔"

اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔ (77)

اس ممانعت کی دو وجہیں ہیں: (1) پہلی یہ کہ یہود و نصاری قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے تھے (2) دوسری یہ کہ وہ انبیاء کرام کے مقبروں میں نماز پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے اور نماز میں ان کی قبروں کی طرف منہ کرتے تھے یعنی قبلہ بناتے تھے۔ اس میں پہلی صورت شرک اور دوسری صورت حرام ہے۔ اور اس حدیث مبارکہ سے یہی مراد ہے جس پر امام اہلسنت نے علماء اسلام کی عبارات پیش فرمائی ہیں۔ قبروں کے گرد نماز ادا کرنے کی جائز و ناجائز صورتیں بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

- ناجائز صورتیں::

(1) قبر کے اوپر نماز ادا کرنا کہ اس پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں نماز کیسے جائز ہوگی (2) قبر کے سامنے منہ کرکے نماز ادا کرنا (3) اگر قبرستان میں ایسی جگہ نماز ادا کی جہاں معلوم ہے کہ پہلے سے قبور موجود ہوتی تھی تو یقین کی صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور ظن کی صورت میں بہرحال مکرہ تنزیہی ضرور ہے۔

- جائز صورتیں::

(1) قبر کے ارد گرد یعنی دائیں بائیں یا قبر سے آگے نماز ادا کرنا (2) قبر اور نمازی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی کا سامنے سے گزرنا منع نہ ہو تو یہاں بھی منع نہیں جیسے صحرا یا مسجد کبیر میں (3) قبر کے قریب مسجد بنائی تاکہ صاحب مزار کی برکات بھی حاصل ہوں تو حرج نہیں بلکہ مستحسن عمل ہے (4) مقبرہ میں نماز ادا کرنا تاکہ صاحب مزار کی برکت بھی حاصل ہو (5) علماء اس بات کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں کہ قبروں کے ارد گرد بغیر کچھ بچھائے نماز ادا کی جائے کہ قبرستان کی مٹی پیروں کے نیچے ہو کیونکہ یہ مظنہ نجاست ہے ہاں اگر مقبرہ میں جگہ نماز کے لئے مختص ہو یا معلوم ہو کہ وہاں نجاست نہیں ہے تو کوئی کراہت نہیں۔ (ملخص: ابو محمد القادری)

(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج5/ص349 الى 359)

([77]) الصحيح للمسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان الخ، (ج4/ ص2166)، رقم الحديث: 2812

السنن للترمذى: أبواب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في التباغض، (ج4/ ص330)، رقم الحديث: 1937

المسند للامام احمد بن حنبل: مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة رضي الله عنه، (ج4/ ص330)، رقم الحديث: 8810

سوال۔6 : دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ بالغ میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا بہت سے علماء کے نزدیک مستحب ہے[78] اللہ تعالیٰ کے فرمان:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ

" آپ یاد دلائیے، کیوں کہ یاد دلانا مومنوں کو فائدہ دیتا ہے"[79] کی وجہ سے۔

شافعیہ ،اکثر حنابلہ، محققین احناف اور مالکیوں نے تلقین کو مستحب کہا ہے یہی وہ حالت ہے جب بندہ یاد دہانی کا بہت ہی محتاج ہوتا ہے۔

ابنِ تیمیہ نے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ "صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے کہ انہوں نے تلقین کا حکم دیا۔"[80]

امام شافعی اور امام احمد کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک جماعت نے اسے مستحب قرار دیا، ابنِ تیمیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ امر ثابت ہے کہ قبر والے سے سوال کیا جاتا ہے، اور اس کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ تلقین اسے فائدہ دیتی ہے کیوں کہ قبر والا آواز سنتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبیّ اکرم ﷺ نے فرمایا: "قبر والا رخصت کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے" [81]

اور یہ بھی فرمایا: "تم میری گفتگو کو مقتولین سے زیادہ بہتر سننے والے نہیں ہو۔"[82][83]

سوال۔7 : کیا تلقین کا طریقہ حدیث میں آیا ہے؟

جواب۔ جی ہاں! امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبیّ اکرم ﷺ کا یہ فرمان مرفوعاً روایت کیا ہے کہ،

---

(78) اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مقامات پر تلقین کے مسئلہ پر قلم اٹھایا، اپنی ایک مبسوط کتاب "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" میں فصل سیز دہم (13) اسی عنوان پر باندھا یعنی "بعد دفن میّت کو تلقین اور اسے عقائدِ اسلام یاد دلانے میں"، اس پر آپ نے دلائل قائم فرمائے اور وضاحت کی کہ تلقین مشروع اور اہلسنت کا مذہب ہے اس سے معتزلہ انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ مردہ کو جماد یعنی پتھر کی مثل سمجھتے ہیں جو نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے، جن علماء نے اس کو غیر مشروع قرار دیا اس کی توضیح بھی کتب علماء سے بیان فرمائی۔ تفصیل فتاوی رضویہ جلد 09 کے مذکورہ رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(79) سورة الذاريات – آية 55

(80) مجموع الفتاوى: كتاب الجنائز، سئل عن تلقين الميت بعد دفنه، (ج24/ ص296)

(81) الصحيح للبخارى: كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال،(ج2/ ص90) ، رقم الحديث: 1338

(82) الصحيح للبخارى: كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل، (ج5/ ص76)، رقم الحديث: 3976

(83) مجموع الفتاوى: كتاب الجنائز، سئل عن تلقين الميت بعد دفنه، (ج24/ ص296،297)

إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ، فَسَوَّيْتُمِ التُّرَابَ عَلَى قَبْرِهِ، فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْمَعُهُ ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ، فَإِنَّهُ يَقُولُ: أَرْشِدْنَا يَرحَمُكَ اللهُ ، وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ. فَلْيَقُلْ: اذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّكَ رَضِيتَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ كل وَاحِدٌ مِنْهُمْا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ: انْطَلِقْ بِنَا مَا يقعدنا عند من لُقِّنَ حُجَّتَهُ

"جب تمہارا کوئی بھائی فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی ڈال دو تو چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے، پھر کہے: اے فلاں ابنِ فلانہ! قبر والا کہتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے ہمیں ہدایت دو، لیکن تم محسوس نہیں کرتے، تو تلقین کرنے والا کہے: اس بات کو یاد کرو جس پر تم دنیا سے رخصت ہوئے، یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے عبدِ مکرم اور رسول ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، حضرت محمد ﷺ کے نبیؐ اور قرآن کے امام ہونے پر راضی ہو۔ منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں: چلو اس شخص کے پاس بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے حجت سکھائی جا رہی ہے، ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ تو فرمایا "اس کی نسبت اس کی ماں حضرت حوا کی طرف کرتے ہوئے کہے اے فلاں ابنِ حواء۔"[84]

******

[84] المعجم الكبير للطبراني: سعيد بن عبد الله الأودي، عن أبي أمامة، (جـ8/ صـ249)، رقم الحديث: 7979

نویں فصل

اولیاء کرام کے لئے ذبح اور نذر کے احکامات

سوال۔1 : اولیاءِ کرام کے دروازے پر ذبح کا کیا حکم ہے؟[85]

جواب۔ علماءِ کرام رحمہم اللہ تعالی نے اس سلسلے میں تفصیل بیان کی ہے:

ا۔ اگر کوئی انسان ولی کا نام لے کر ذبح کرے یا اس کے ذریعے ولی کا قرب حاصل کرنے کی نیت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا ہے، وہ ذبیحہ مردار ہے اور ایسا کرنے والا کافر تو نہیں، تاہم گنہگار ضرور ہے۔ ہاں! اگر ذبیحہ کے ذریعے ولی کی تعظیم اور عبادت کا ارادہ کرے یا بقصد عبادت سجدہ کرے تو وہ کافر ہے۔

۲۔ رہا وہ جو ذبح تو اللہ تعالی کے لئے کرے مگر گوشت فقراء اور مسکینوں کو دے کر اس کا ثواب ولی کی روح کو پہنچانے کا ارادہ رکھے تو یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ ائمہ کے نزدیک بالاتفاق مستحب ہے، کیوں کہ یہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس پر احسان ہے، جس پر شارع علیہ السلام نے ہمیں ترغیب اور تحریک دی ہے۔

سوال۔2 : اولیاءِ کرام کے حضور نذرانوں کے پیش کرنے کا کیا حکم ہے؟[86]

([85]) امام اہلسنت فقیہ اعظم مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء کرام کے لئے ذبح کے مسئلہ پر متعدد مقامات پر علمی بحث فرمائی ہے اور خصوصی طور پر اس موضوع کے لئے ایک رسالہ بنام "سُبُل الاصفیاء فی حُکمِ الذبح للاَوْلیاء" بھی تحریر فرمایا ہے، ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں: " اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح (ذبح کرنے والے) کی نیت اور وقتِ ذبح اس کے تسمیہ کا اعتبار ہے اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں۔۔الخ" مزید فرماتے ہیں: " جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہوا گرچہ اس پر باعث (سبب، وجہ) مسلمان کا اکرام یا اولیاء کرام کا، خواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع (نفع حاصل کرنے کے لئے) مثل گوشت فروشی قصاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں،

اللہ تعالی فرماتا ہے: ومالکم ان لاتاکلوا مماذکر اسم اللہ علیہ ۔ تمھیں کیا ہوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحانہ کا نام پاک لیا گیا۔"
(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج20/ص265,266)

([86]) امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نذرانوں اور چڑھاووں سے متعلق فرماتے ہیں: "چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں، نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزند صاحب مزار کا، نہ وہ وقف ہو، بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے، جیسے کفن کہ تبرعاً کسی نے میّت کو دیا۔

جواب۔ علماءِ کرام نفع اللہ بہم فرماتے ہیں کہ اولیاءاور علماءِ کرام کی درگاہوں پر نذرانے پیش کرنا جائز ہے۔اگر نذر ماننے والے کا یہ ارادہ ہو کہ یہ رقم اصحابِ مزار کی اولاد اور قیام کرنے والے فقراء پر صرف کی جائے گی یا ان بزرگوں کی قبروں کی تعمیر اور مرمت پر خرچ کی جائے، کیوں کہ تعمیرِ مزرات میں زیارتِ مشروعہ کا احیاہے۔

اسی طرح اگر نذر ماننے والے نے مطلق نذر مانی اور مذکورہ صورتوں میں سے کسی کا ارادہ نہیں کیا تو یہ رقم مذکورہ مصارف میں صرف کی جائے گی۔
ہاں! اگر کسی شخص نے نذر کے ذریعے قبر کی تعظیم اور صاحبِ قبر کا قرب حاصل کرنے کے لیے نیت کی یا خود صاحبِ قبر کے لیے نذر کا ارادہ کرے تو یہ نذر منعقد نہیں ہو گی کیوں کہ یہ حرام ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی مسلمان نذر ماننے والا یہ نیت نہیں کرتا۔[87]

سوال۔3 : اصحابِ مزارات کے لیے نذرانوں اور ذبیحہ گاہوں سے مسلمانوں کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب۔ جان لیجئے کہ ذبح اور نذر سے مسلمانوں کا ارادہ صرف اولیاء وعلماء کی طرف سے صدقہ کرنا اور انکی ارواح طیبہ کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے، تو ہر مسلمان جو نبی کریم ﷺ یا کسی ولی کے لیے جانور ذبح کرے یا ان کے لیے کسی چیز کی نذر مانے تو اس کا ارادہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ ان کی طرف سے صدقہ دے اور صدقے کا ثواب انہیں پہنچائے، پس یہ زندوں کا اصحابِ قبور کے لیے ہدیہ ہے جس کا شرعاً حکم دیا گیا ہے۔[88]

باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع و تصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں والمعروف کالمشروط۔ تو وہ خدمت والا ہی ان کا مالک ہے ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔ اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں، نہ یہ نذورِ شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں۔۔الخ" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ09/صـ534)

(87) اعلی حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " محبوبان خدا کی طرف تقرب مطلقا ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو، تقرب نزدیکی چاہنے رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبات بارگاہ عزت مقربان حضرت صمدیت علیہم الصلوۃ والسلام کی نزدیکی ورضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجالا ناضرور محبوب، کہ ان کا قرب بعینہٖ قرب خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔۔"
مزید فرماتے ہیں: " ہاں جو شخص عبادت غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے۔ مگر یہ قصد مسلمان کلمہ گو سے بے اُس کے صریح اقرار کے کہ وہ غیر خدا کو معبود جانتا ہے محض اپنے ظنوں سے ثابت نہ ہو گا، یہ سب سے بدتر بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے سخت تر جھوٹ اور اشد حرام۔"
(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ21/صـ132،133)

(88) اعلی حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " نذر و نیاز کہ مسلمین بقصدِ ایصال بارواحِ طیبہ حضرات اولیاء کرام نفعنا اللہ تعالی ببر کاتہم (اللہ تعالٰی ہمیں ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔ت) کرتے ہیں ہر گز قصدِ عبادت نہیں رکھتے نہ انھیں معبود والہ و مستحقِ عبادت جانتے ہیں، نہ یہ نذر شرعی ہے بلکہ اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین و عظماء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذور نیاز کہتے ہیں اور نیاز تو اس سے بھی عام تر

اہل سنّت وجماعت اور علماءِ امّت کا اس امر پر اتّفاق ہے کہ زندوں کا صدقہ اصحابِ قبور کے لیے فائدہ مند ہے اور انہیں پہنچتا ہے۔

سوال۔4 : اس پر کیا دلیل ہے کہ صدقات کا ثواب اہل قبور کو پہنچتا ہے؟

جواب۔ اس پر احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں[89] جن میں سے چند یہ ہیں،

۱۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبیّ اکرم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میرا باپ وصیت کیے بغیر فوت ہوگیا ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے فائدہ دے گا؟ فرمایا: " ہاں "[90]

۲۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبیّ کریم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ تعالٰی کے نبی ﷺ! میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر وہ زندہ رہتیں تو صدقہ دیتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو ان کو فائدہ دے گا؟ فرمایا: "ہاں"، تو انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کونسا صدقہ فائدہ دے گا؟ فرمایا: "پانی" چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوایا اور فرمایا: "یہ سعد کی ماں کے لیے ہے"۔[91]

****

ہے۔عام محاورہ ہے کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں، میں تو آپ کا نیاز مند ہوں، فقیر نے اپنے فتاوی میں ان اطلاقت کی بحث شافی لکھی ہے اور خود بھی کبائر مانعین سے ان کا اطلاق ثابت کیا۔" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج21/ص132)

([89]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے۔اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وارد۔" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج9/ص565)

([90]) الصحيح للمسلم: كتاب الهبات، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، (ج3/ص1254)، رقم الحديث: 1630

([91]) السنن ابى داؤد: كتاب الزكاة، باب في فضل سقي الماء، (ج2/ص130)، رقم الحديث: 1681

دسویں فصل

قسم کھانے کے احکامات

سوال۔1 : غیر اللہ عزوجل کی قسم کھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ کسی محترم ہستی مثلاً نبیؐ کریم ﷺ یا ولی یا ان کے علاوہ کسی ہستی کی قسم کھانے میں علماءِ کرام کا اختلاف ہے بعض علما نے فرمایا: مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ حرام ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قسم کھانا جائز ہے اور اس قسم کی مخالفت سے انسان حانث ہو جائے گا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا کلمۂ طیبہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن ہے، کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قسم کھانا کفر ہے، ہاں! اگر قسم کھانے والا یہ ارادہ کر کے قسم کھائے گا کہ جس کی وہ قسم کھا رہا ہے اس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی مثل ہے تو وہ ضرور کافر ہے لیکن کوئی مسلمان ایسا ارادہ نہیں رکھتا حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا" [92] اس کا یہی جواب ہے۔

سوال۔2 : بعض لوگ قبروں اور اصحاب قبور کی قسمیں کھاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟

جواب۔اس سے ان کا عقیدہ حقیقی حلف نہیں ہوتا، جسے یمین کہا جاتا ہے، یہ تو اس شخص کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے اور اس کی شفاعت طلب کی جا رہی ہے جسے زندگی میں اور وفات کے بعد بارگاہِ خداوندی میں عزت و کرامت حاصل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے وسائل واسباب کی حیثیت دی ہے جن کی دعا اور شفاعت سے حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

جیسے کوئی شخص کہے کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں، یا میں تجھے فلاں کی قسم دیتا ہوں یا اس قبر والے کی قسم دیتا ہوں یا ایسے ہی دوسرے الفاظ میں، جو شرک اور کفر تو کجا، حرام تک بھی نہیں ہیں،اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیجیے اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر ہلاکتوں میں پڑنے سے گریز کیجیے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو شرک سے بچائے اور اس سے کم درجے کے گناہ معاف فرمائے۔

****

---

[92] السنن ابی داؤد: كتاب الأيمان والنذور، باب في كراهية الحلف بالآباء، (جـ3/صـ223)، رقم الحديث: 3251

گیارہویں فصل

اولیاءاللہ کی کرامات

سوال۔1 : کیااولیاءاللہ کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی کرامات ہوتی ہیں؟

جواب۔ ہاں! ہم پر یہ لازم ہے کہ یہ عقیدہ رکھیں کہ اولیاءِ کرام کی کرامتیں برحق ہیں اور ان کی زندگی اور وفات کے بعد جائز ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہیں۔[93] ان کا رد وہی شخص کرے گا جس کی بصیرت اندھی ہو چکی ہو اور طبیعت میں فساد ہو۔

سوال۔2 : کرامات کے واقع ہونے پر دلیل کیا ہے؟

جواب۔ اس پر دو دلیلیں ہیں۔

ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمائی، جیسا کہ حضرت مریم کا قصہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

"جب کبھی حضرت زکریا محراب میں ان کے پاس تشریف لاتے تو ان کے پاس رزق پاتے۔ انہوں نے کہا: اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے۔"[94]

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ ان کے پاس سردیوں کا پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کا پھل سردیوں میں موجود ہوتا تھا، اور یہ پھل ان کے پاس خلافِ معمول طریقے سے آتا تھا۔[95] اور یہی کرامت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو اعزاز دیا۔

([93]) امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرف و کرامات پایندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ9/صـ676)

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: " کرامات اولیاء کا منکر گمراہ ہے، اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہے۔"

(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ14/صـ683)

([94]) سورة آل عمران – آية 37

([95]) معالم التنزيل في تفسير القرآن للبغوى: زير سورة آل عمران آية 37، (جـ1/صـ434)

اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے یہ بھی فرمایا :

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

"کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دو وہ تم پر تروتازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔"[96]

اسی سلسلے کی ایک کڑی اصحاب کہف کا واقعہ ہے، جو اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا کہ،

وہ لوگ تین سو نو سال بغیر کھائے پیے (غار میں) سوئے رہے، اللہ تعالی نے بغیر کسی ظاہری ذریعے کے ان کے دائیں اور بائیں جانب تبدیلی کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا تا کہ ان کے پہلوؤں کو تکلیف نہ پہنچے، نیز انہیں سورج کی تپش سے محفوظ رکھنے کا یہ انتظام فرمایا کہ سورج طلوع ہوتا یا غروب ہوتا تو اس کی دھوپ اس جگہ نہیں پہنچتی تھی، جہاں اصحابِ کہف لیٹے ہوئے تھے۔ [97]

اور انہیں دلائل میں سے وہ بھی ہیں جسے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے، جیسے

حضرت علیہ السلام کی کرامت۔[98]

اور حضرت ذی القرنین کی کرامت۔[99]

اور حضرت آصف بن برخیا کی کرامت کہ جن کے پاس کتاب کا علم تھا۔[100]

سوال۔3 : کرامت ثابت ہونے کی دوسری دلیل کیا ہے؟

جواب۔دوسری دلیل:

جو صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد ہمارے زمانے تک کے اولیاءِ کرام کی کرامات تواترِ معنوی کے ساتھ منقول، شہرہ آفاق اور زبان زد عوام و خواص ہیں۔

1۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں لوہے کی بیڑیوں میں قید کی حالت میں بے موسم پھل کھایا کرتے تھے۔ حالاں کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت وہ پھل دستیاب نہیں ہوتا تھا، یہ رزق تھا جو اللہ تعالی نے انہیں عطا فرمایا تھا۔[101]

([96]) سورة مريم - آية 25

([97]) سورة كهف - آية 11 تا 18

([98]) سورة كهف - آية 65 تا 82

([99]) سورة كهف - آية 83 تا 98

([100]) سورة نمل - آية 40

([101]) الصحيح للبخارى: كتاب الجهاد والسير، باب هل يستأسر الرجل ومن لم الخ، (ج4/ص68)، رقم الحديث: 3045

2۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح روایت ہے کہ جب سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو مشرکین نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ لیں، اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کا ایک جھنڈ ان کی حفاظت کے لیے بھیج دیا چنانچہ مشرکین ان کے جسم کا کوئی حصّہ حاصل نہیں کر سکے اور یہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے ان کی وفات کے بعد۔ (102)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، جب رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اس کی روشنی میں چلتے رہے، جب ان کے راستے الگ الگ ہوئے تو ہر ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی اور وہ اس کی روشنی میں روانہ ہوگئے۔
اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ (103)

اولیاءِ کرام کی کرامات تو حدِ شمار سے باہر ہیں اور یہ سب رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیا کا معجزہ ہیں (جو چیز کسی نبی کا معجزہ ہو وہ ولی کی کرامت ہو سکتی ہے) (104) بعض اولیاءِ کرام آگ میں داخل ہوئے اور آگ نے انہیں تکلیف نہیں دی، اور بعض نے مردوں کو جِلایا، بعض نے تھوڑے وقت میں طویل مسافت طے کر لی، بعض ہوا اور پانی پر چلتے تھے، بعض کے جن فرماں بردار تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی کرامات ہیں۔

تنبیہ :

علما کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ خارقِ عادت افعال اگر کافر یا فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو وہ جادو ہیں اور اگر ولی کے ہاتھ پر ہوں تو کرامت ہیں، ولی وہ صاحبِ ایمان ہے جو راہِ راست پر قائم ہو۔

****

---

(102) الصحيح للبخارى: كتاب الجهاد والسير، باب هل يستأسر الرجل ومن لم الخ، (جـ4/صـ68)، رقم الحديث: 3045
(103) الصحيح للبخارى : كتاب المناقب، باب سؤال المشركين أن يريهم النبي الخ ، (جـ4/صـ207)، رقم الحديث: 3639
فتح الباري شرح صحيح البخاري: قوله باب منقبة أسيد بن حضير وعباد بن بشر، (جـ7/صـ125)، رقم الحديث: 3805
(104) لطائف المنن للابن عطاء الله : فصل فى الكلام على الكرامات ، (صـ69)

بارہویں فصل

بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار

سوال۔1 : کیا بیداری میں نبیّ اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے؟

جواب ۔ بیداری میں نبیّ اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہے علماءِ کرام نفعنا اللہ بہم فرماتے ہیں کہ بہت سے ائمہ صوفیہ کو خواب میں نبیّ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، پھر بیداری میں بھی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے مسائل اور مقاصد کے بارے میں دریافت کیا۔

سوال۔2 : اس کے ممکن ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب۔اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بیان کی کہ نبیّ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ رَآنِي فِي المَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي اليَقَظَةِ، وَلا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي

" جس نے مجھے خواب میں دیکھا، عنقریب وہ مجھے بیداری کے عالم میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔"[105]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ خوش خبری دینا ہے کہ آپ کی امّت سے جس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالٰی نے چاہا تو اسے بیداری میں بھی ضرور زیارت ہو گی، اگرچہ وفات سے کچھ دیر پہلے ہی ہو۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس شخص کو نبیّ کریم ﷺ کی زیارت آخرت یا عالمِ برزخ میں ہو گی، کیوں کہ اس وقت تو تمام امتوں کو آپ کی زیارت ہو گی۔ یہ حدیث اس امر کی قوی دلیل ہے کہ نبیّ کریم ﷺ نے کائنات کو بھرا ہوا ہے، کیوں کہ یہ حدیث مشرق و مغرب کے ہر اس شخص کو شامل ہے جسے سرکارِ دو علم ﷺ کی زیارت ہو۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ،

مذکورہ احادیث سے مجموعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبیّ اکرم ﷺ جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ زمین کے اطراف واکناف اور عالمِ بالا میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں اور آپ اب بھی اسی حالت میں ہیں جس میں وفات سے پہلے تھے، اور یہ کہ آپ فرشتوں کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جب اللہ تعالٰی کسی ولی کو آپ کے دیدار کی کرامت عطا فرمانے کے لیے پردہ اٹھا دیتا ہے تو وہ آپ کو اسی حالت میں دیکھتا ہے۔[106]

([105]) الصحيح للبخاري: كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، (جـ9/صـ33)، رقم الحديث: 6993
الصحيح للمسلم: كتاب الرؤيا، باب قول النبي عليه الصلاة والسلام من رآني في المنام الخ، (جـ4/صـ1775)، رقم الحديث: 2266

([106]) الحاوى للفتاوى للسيوطى: الفتاوى الصوفية، تنوير الحلك في إمكان رؤية النبي والملك، (جـ2/صـ319)

تیرہویں فصل

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں

سوال۔1 : کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

جواب۔ جمہور علماءِ اکابر کا حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی پر اجماع ہے اور عوام و خواص میں یہ مسئلہ مشہور ہے۔ [107]

ابنِ عطاءاللہ رحمۃ اللہ علیہ "لطائف المنن" میں فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان سے استفادہ ہر زمانے کے اولیاءِ کرام سے ثابت ہے یہ بات اس قدر مشہور ہے کہ حدِّ تواتر کو پہنچ چکی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ [108]

ابنِ قیم نے اپنی کتاب "مثیر الغرام الساکن" میں ان کی زندگی کے بارے میں چار صحیح حدیثیں پیش کی ہیں۔ [109]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "دلائل النبوۃ" میں فرماتے ہیں کہ، جب نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو صحابہ کرام نے گھر کے کونے سے آواز سنی، اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں، ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے، تمہیں قیامت کے دن تمہارے اعمال کے اجر دیے جائیں گے، إِنَّ فِي اللَّهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيبَةٍ، وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ، وَدَرَكًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ، فَبِاللَّهِ فَثِقُوا، وَإِيَّاهُ فَارْجُوا، فَإِنَّ الْمُصَابَ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ

بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر مصیبت پر صبر ہے، ہر جانے والے کا خلیفہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا بدل ہے، لہذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید وابستہ کرو، مصیبت زدہ وہی ہے جو ثواب سے محروم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ [110]

([107]) امام اہلسنت اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں، زندہ ہیں۔" (ملفوظاتِ اعلی حضرت، حصہ چھارم، صـ483)

عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني: كتاب العلم، باب ما ذكر في ذهاب موسى في البحر إلى الخضر، (جـ2/صـ60)

([108]) لطائف المنن للابن عطاء الله: الباب الاول فى التعريف بشيخه الذى اخذ عنه هذا الشان الخ ، (صـ82)

([109]) مثير الغرام الساكن لابن الجوزي: باب ما روي من اجتماع جبريل وميكائيل وإسرافيل والخضر، (صـ193-196)

یہ کتاب ابن قیم کی نہیں بلکہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

([110]) دلائل النبوة للبيهقى: جماع أبواب مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفاته الخ، باب ما جاء في عظم المصيبة التي نزلت بالمسلمين بوفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ7/صـ268)

چودھویں فصل

قرآنِ پاک اور اسمائے الٰہیہ سے شفاء حاصل کرنا

یقین کیجیے ! کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک سے زیادہ فائدہ مند کوئی شفاء آسمان سے نازل نہیں کی، قرآنِ پاک بیماری کے لیے شفاء اور دلوں کے زنگ دور کرنے والا ہے۔[111] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ

"اور ہم قرآن سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور مومنوں کے لیے رحمت" [112]

اور نبیِّ اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَمَ يَشْفِ بِالقُرآنِ فَلَا شَفَاهُ اللهُ "جسے قرآن سے شفاء نہ ملے، اللہ تعالیٰ اسے شفاء نہ دے" [113]

سوال۔1 : بیماریوں کے لیے دم کرنے کا کیا حکم ہے؟[114]

جواب۔ تین شرطیں پائی جائیں تو علماءِ کرام کا اتّفاق ہے کہ دم کرنا جائز ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

۲۔ عربی زبان میں ہو اور اگر عربی نہیں تو ایسی زبان میں ہو جس کا مطلب سمجھ آتا ہو۔

۳۔ یہ عقیدہ ہو کہ دم خود سے موثّر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے فائدہ بخش ہے۔

سوال۔2 : اس پر کیا دلیل ہے کہ جس دم کا ذکر کیا گیا، وہ جائز ہے؟

جواب۔ اس کے جائز ہونے پر وہ حدیث شریف دلیل ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا:

اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى إذا لَمْ يكُنْ فيه شِرْك

([111]) امام اہلسنت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور وہدٰی وبرکت وشفاء ہے۔"

(العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، جـ23/صـ271)

([112]) سورة الاسراء - آية 82

([113]) الجامع لأحكام القرآن للقرطبى: زير سورة الاسراء آية 82، (جـ10/صـ315)

([114]) امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بہ نیت شفاء سورہ فاتحہ یا اور کوئی آیت پڑھ کر دم کی جائے تو حرج نہیں۔"

(العطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية، جـ24/صـ201)

"اپنے دم میرے سامنے، پیش کرو، اگر دم میں شرک نہ ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔" [115]

سوال۔3 : وہ کون سا دم ہے جس سے منع کیا گیا ہے؟

جواب۔ اس دم سے منع کیا گیا ہے جو عربی زبان میں نہ ہو اور اس کا مطلب معلوم نہ ہو، ہو سکتا ہے اس میں جادو و کفر کی کوئی بات داخل ہو، لیکن اگر اس کا معنٰی سمجھ میں آتا ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کا ذکر ہو تو وہ دم جائز ہے، بلکہ مستحب اور بابرکت ہے۔

سوال۔4 : تعویذ کے لکھنے اور گلے میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ ایسے تعویذ کا لکھنا جائز ہے جن میں نامعلوم معانی والے اسماء نہ ہوں، اسی طرح ان کا انسانوں یا چارپایوں کے گلے میں ڈالنا بھی جائز ہے، یہی مذہب صحیح ہے۔ امّتِ محمدیہ کے محققین علماء اسی کے قائل ہیں۔ [116]

([115]) الصحيح للمسلم: كتاب الآداب، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك،(جـ4/صـ1727)، رقم الحديث: 2200

([116]) فقیہ اعظم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارقام کرتے ہیں :

" عملیات و تعویذ اسمائے الٰہی و کلام الٰہی سے ضرور جائز ہیں جبکہ ان میں کوئی طریقہ خلاف شرع نہ ہو مثلاً کوئی لفظ غیر معلوم المعنی جیسے حفیظی، رمضان، کعسلھون اور اور دعائے طاعون میں طاسوسا، عاسوسا، ماسوسا، ایسے الفاظ کی اجازت نہیں جب تک حدیث یا آثار یا اقوال مشائخ معتمدین سے ثابت نہ ہو، یونہی دفع صرع وغیرہ کے تعویذ کہ مرغ کے خون سے لکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے اس کے عوض مشک سے لکھیں کہ وہ بھی اصل میں خون ہے، یونہی حب و تسخیر کے لئے بعض تعویذات دروازہ کی چوکھٹ میں دفن کرتے ہیں کہ آتے جاتے اس پر پاؤں پڑیں یہ بھی ممنوع و خلاف ادب ہے، اسی طرح وہ مقصود جس کے لئے وہ تعویذ یا عمل کیا جائے اگر خلاف شرع ہو ناجائز ہو جائے گا جیسے عورتیں تسخیر شوہر کے لئے تعویذ کراتی ہیں، یہ حکم شرع کا عکس ہے۔ اللہ عزّوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔ یونہی تفریق و عداوت کے عمل و تعویذ کہ محارم میں کئے جائیں مثلاً بھائی کو بھائی سے جدا کرنا یہ قطع رحم ہے اور قطع رحم حرام، یونہی زن و شو میں نفاق ڈلوانا۔"

(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ24/صـ196)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: " تعویذات بیشک احادیث اور ائمہ قدیم و حدیث سے ثابت، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے، تعویذات اسماء الٰہی و کلام الٰہی و ذکر الٰہی سے ہوتے ہیں ان میں اثر نہ ماننے کا جواب وہی بہتر ہے جو حضرت شیخ ابو سعید الخیر قدس سرہ العزیز نے ایک ملحد کو دیا جس نے تعویذات کے اثر میں کلام کیا حضرت قدس سرہ نے فرمایا: تو عجیب گدھا ہے۔ وہ دنیوی بڑا مغرور تھا یہ لفظ سنتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں اور بدن غلیظ سے کانپنے لگا اور حضرت سے اس فرمانے کا شاکی ہوا، فرمایا میں نے تمہارے سوال کا جواب دیا ہے گدھے کے نام کا اثر تم نے مشاہدہ کر لیا کہ تمہارے اتنے بڑے جسم کی کیا حالت کر دی لیکن مولی عزوجل کے نام پاک میں اثر سے منکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ24/صـ207)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی افریقہ میں تعویزات کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے، قارئین اس کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

ابنِ قیم نے زاد المعاد میں امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہم سے گلے میں تعویذ ڈالنے کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا، اگر قرآنِ پاک کی کوئی آیت ہے یا نبیؐ اکرم ﷺ کا کلام ہے تو اسے گلے میں ڈالو اور اس سے شفا حاصل کرو۔ (117)

ابنِ قیم نے یہ بھی بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مصیبت کے نازل ہونے کے بعد گلے میں تعویذ ڈالنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (118)

اور حضرت عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ میں نے خوف زدہ اور بخار کے مریض کے لیے بیماری کے نازل ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کو تعویذ لکھتے ہوئے دیکھا۔ (119)

ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ قرآنِ پاک کے کلمات اور ذکر الٰہی لکھتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ وہ کلمات (پانی سے دھو کر) بیمار کو پلائے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بابرکت عمل ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ (120)

سوال۔5 : حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ "جس نے تعویذ گلے میں ڈالا، اس نے شرک کیا" (121) اس حدیث میں کس تعویذ سے منع کیا گیا ہے؟

جواب۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تعویذ سے مراد وہ منکا یا ہار ہے جو دورِ جاہلیت میں انسان کے گلے میں ڈالا جاتا تھا اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ یہ آفتوں کو دفع کرتا ہے اور یہ شرک اس لیے تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غیر سے نقصانات کو دفع کرنے اور فوائد کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور کلام سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں ہو سکتا۔

(السنية الأنيقة في الفتاوى الأفريقه، صـ151 الى 157)

(117) زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في ذكر شيء من الأدوية الخ ، كتاب للحمى، حرف الكاف، (جـ4/صـ327)

(118) زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في ذكر شيء من الأدوية الخ ، كتاب للحمى، حرف الكاف، (جـ4/صـ327)

(119) زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في ذكر شيء من الأدوية الخ ، كتاب للحمى، حرف الكاف، (جـ4/صـ327)

(120) الفتاوى الكبرى لابن تيمية: مسائل منثورة، مسألة في المصحف العتيق الخ، (جـ5/صـ74)

(121) المسند للامام احمد بن حنبل: مسند الشاميين، حديث عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه وسلم، (جـ28/صـ636)، رقم الحديث: 17422

پندرہویں فصل

میلاد شریف کا حکم

سوال۔1 : میلاد شریف منانے اور اس کے لیے اجتماع کا کیا حکم ہے؟[122]

جواب۔ میلاد شریف وہ عمل ہے جس میں ان احادیث اور آثار کا بیان کیا جاتا ہے جو نبیؐ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان آیات اور معجزات کا بیان کیا جاتا ہے جو اُس موقع پر ظاہر ہوئے اور یہ اُن اچھے کاموں میں سے ہے جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے، کیوں کہ اس میں نبیؐ اکرم ﷺ کی قدر و منزلت کی تعظیم ہے اور آپ کی ولادتِ باسعادت کے حوالے سے خوشی اور مسرت کا اظہار ہے۔

سوال۔2 : بدعت کی کتنی قسمیں کی گئی ہیں؟[123]

جواب۔ علماء کرام رحمہم اللہ نے بدعت کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے۔ بدعت حسنہ و بدعت قبیحہ۔

---

[122] امام العلماء مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " مسلمانوں کو جمع کر کے ولادت اقدس و فضائلِ عُلیہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سنانا، ولادت اقدس کی خوشی کرنی، اس میں حاضرین کو کھانا یا شیرینی تقسیم کرنی بلاشبہہ جائز و مستحب ہے، اور جائز زینت فی نفسہٖ جائز، اور بہ نیتِ فرحتِ ولادت شریفہ و تعظیم ذکر انور قطعاً مستحب۔" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج26/ص553)

[123] زینت الفقہاء زبدۃ الاتقیاء سیدنا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں جابجا بدعت حسنہ و سیئہ پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اور ساتھ ہی والد محترم رئیس المتکلمین علامہ محقق نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف مثلا اصول الرشاد وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو، ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ وتالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابراً عن کابر، سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی۔"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج07/ص220)

لہذا میلاد شریف اور بدعت حسنہ و مذمومہ سیئہ پر تفصیلی کلام کے لئے متذکرہ کتب کا مطالعہ مفید ترین ہے۔

سوال۔3 : بدعتِ حسنہ کیاہے؟[124]

جواب۔ بدعتِ حسنہ وہ اچھاکام ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور ہدایت والے امام اس کے قائل ہوں، جیسے قرآنِ پاک کو مصحف میں جمع کرنا، نمازِ تراویح کا باجماعت اداکرنا، مسافرخانے اور مدارس قائم کرنااور ہر نیک کام جو نبیّ اکرم ﷺ کے زمانے میں رائج نہ تھا۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فِيْ الإِسْلامِ فَلَهُ أَجْرهَا وَأَجْرَ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ

"جس نے اسلام میں اچھاکام رائج کیااس کے لیےاس کاثواب ہے اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کاثواب ہے، جبکہ بعد والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔" اس حدیث کوامام مسلم رحمۃاللہ علیہ نے روایت کیاہے۔[125]

سوال۔4 : بدعتِ مذمومہ کیاہے؟

جواب۔بدعتِ مذمومہ وہ کام ہے جو کتاب وسنت کی نصوص یااجماعِ امت کے مخالف ہو،

نبیِّ اکرم ﷺ کافرمان: وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

"ہر نوپیداکام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"[126] اسی پر محمول ہے۔تواس سے مراد مذموم بدعتیں اور وہ نوپیداکام ہیں جو باطل ہوں۔

([124]) زینت الفقہاءزبدۃالاتقیاءسیدناامام احمد رضاخان رحمۃاللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں جابجابدعت حسنہ وسیئہ پر تفصیلی کلام فرمایاہے اور ساتھ ہی والد محترم رئیس المتکلمین علامہ محقق نقی علی خان رحمۃاللہ علیہ کی تصانیف مثلااصول الرشادوغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی تاکید فرمائی ہے،ایک مقام پر ارشادفرماتے ہیں:

"وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہوچکے جسے آفتاب روشن پراطلاع منظور ہو،ان کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشادلقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ وتالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃالسلف حجۃالخلف فردالاماثل فخرالاکابروارث العلم کابراًعن کابر،سیدی ووالدی حضرت مولانامولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی۔"

(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ07/صـ220)

لہذامیلادشریف اور بدعت حسنہ ومذمومہ سیئہ پر تفصیلی کلام کے لئے متذکرہ کتب کامطالعہ مفید ترین ہے۔

([125]) الصحيح للمسلم: كتاب الكسوف، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة الخ، (جـ2/صـ704)، رقم الحديث: 1017

([126]) السنن ابى داؤد: كتاب السنة، باب في لزوم السنة، (جـ4/صـ200)، رقم الحديث: 4607

سوال۔5 : کیامیلاد شریف کی اصل سنّت سے ثابت ہے؟

جواب۔ ہاں! امام الحافظ امام احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنّت سے اس کی اصل ثابت کی ہے۔ اور یہ وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ نبیّ کریم ﷺ جب مدینۂ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔آپ نے ان سے دریافت کیاتو انہوں نے کہا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیااور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطافرمائی۔ہم اس دن اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں،تو نبیّ اکرم ﷺ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھااور صحابہ کرام کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ،

اس حدیث سے نعمت عطافرمانے یامصیبت دور کرنے پر معیّن دن میں اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرنے کا ثبوت ملتاہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر مختلف عبادتوں، مثلاًنوافل، روزے اور صدقے کے ذریعے کیاجاسکتاہے اور نبیّ اکرم ﷺ کے اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہونے سے بڑی نعمت کون سی ہے؟ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیاہے۔[127]

اس گفتگو سے معلوم ہوگیاکہ نبیّ اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے واقعات سننے کے لیے جمع ہونا، قربِ الٰہی حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ ہے کیونکہ اس میں صاحب معجزات ﷺ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کیاجاتاہے، نیز تقربِ خداوندی کے دیگر ذرائع، مثلاً کھانا کھلانا، تحائف پیش کرنااور درود و سلام کی کثرت کو اختیار کیاجاتاہے۔علماء نے تصریح کی ہے کہ میلاد منانااس سال میں امن وامان کاذریعہ ہے اور مقاصد کے حصول کے لیے فوری بشارت ہے اور اعمال کادار و مدار نیتوں پر ہے اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

فائدہ: حافظ شمس الدین ابنِ الجرزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عرف التعریف بالمولد شریف" میں فرماتے ہیں کہ "ابولہب کواس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیاتواس سے پوچھا گیاکہ تیرا کیاحال ہے؟اس نے کہاکہ آگ میں ہوں، لیکن ہر پیر کی رات کو میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے،اور اپنی انگلی کے پور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہاکہ میں دو انگلیوں کے درمیان سے اتناپانی چوستاہوں اور یہ اس لیے ہے کہ جب (میری کنیز) ثوبیہ نے مجھے نبیّ اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی اطلاع دی اور اس نے آپ کو دودھ پلایاتو میں نے اس کوآزاد کردیاتھا۔

ابولہب وہ کافر ہے جس کی مذمّت میں قرآن پاک کی پوری سورت نازل ہوئی۔اسے آگ میں ہونے کو باوجود نبیّ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی کی جزائے خیر عطاکی گئی،تو سیّدِ عالم ﷺ کی امّت کے مسلمان موحد کا کیاحال ہوگاجب آپ کی ولادت مبارکہ پر خوشی مناتاہے اور آپ کی محبت میں حسب استطاعت خرچ کرتاہے، میری زندگی کے مالک کی قسم! اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزایہ ہوگی کہ اپنے فضل سے اسے جنّت النعیم میں داخل کرے گا۔"[128]

([127]) حسن المقصد فی عمل المولد: (ص63)

الحاوی للفتاوی للسیوطی: حسن المقصد في عمل المولد، (ج1/ص229)

([128]) عرف التعریف بمولد الشریف: (ص22)

سولہویں فصل

ذکر کی محافل کے لیے اجتماع کے بارے میں

سوال۔1 : ذکر کے لیے منعقد کردہ مجالس اور اس میں کثیر لوگوں کے حاضر ہونے کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ذکرِ الٰہی کے لیے جمع ہونا سنّتِ مطلوبہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا محبوب ذریعہ ہے، بشر طیکہ اجنبی مردوں اور عورتوں کے (بے حجابانہ) اجتماع جیسے حرام کاموں پر مشتمل نہ ہو۔

سوال۔2 : بلند آواز سے ذکر کرنے اور اس کی مجالس منعقد کرنے کے مستحب ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب۔ ذکر کے لیے جمع ہونے اور بلند آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کے بارے میں نبیّ اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث وارد ہیں جن میں سے :

ا۔ لا يقعد قَوْم يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالٰى إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

"جو لوگ بیٹھ کر ذکر کرتے ہیں فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے حاضرین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔" اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[129]

۲۔ امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ نبیّ اکرم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایک حلقے میں تشریف لائے اور فرمایا: "تمہارے بیٹھنے کا مقصد کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، فرمایا:

إِنَّه أَتَانِي جِبْرِيلُ فأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ يبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ

"میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حوالے سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔"[130]

([129]) الصحيح للمسلم: كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، (جـ4/صـ2074)، رقم الحديث: 2700

([130]) الصحيح للمسلم: كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، (جـ4/صـ2075)، رقم الحديث: 2701

السنن للترمذی: أبواب الدعوات، باب ما جاء في القوم يجلسون الخ ، (جـ5/صـ460)، رقم الحديث: 3379

۳۔ امام احمد اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ

مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالٰى، لَا يُرِيدُونَ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ تَعَالٰى، إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: اَنْ قُومُوا مَغْفُورًا لَكُمْ، قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٍ

"جب کوئی جماعت جمع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو ایک منادی انہیں آسمان سے ندا کرتا ہے کہ تم اس حال میں اٹھو کہ تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے اور تمہارے گناہ نیکیوں سے بدل دیے گئے۔"[131]

یہ احادیث واضح طور پر ذکر اور کارِ خیر کے لیے اجتماع اور مل بیٹھنے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حوالے سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

۴۔ بلند آواز سے ذکر کے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے:

جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي ، وَأَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُ

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے قریب ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اپنی ذات کی حد تک اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔" [132] اور جماعت میں ذکر آواز کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ مرفوعا روایت کرتے ہیں،

أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ حَتَّى يَقُولَ الْمُنَافِقُونَ إِنَّكُمْ مُرَاءُونَ

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں تم ریاکار ہو۔ [133]

([131]) المسند للامام احمد بن حنبل: مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، (جـ19/صـ437)، رقم الحديث: 12453

المعجم الكبير للطبراني: باب السين، سهيل بن حنظلة، (جـ6/صـ212)، رقم الحديث: 6039

([132]) الصحيح للبخاري: كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: ويحذركم الله نفسه، (جـ9/صـ121)، رقم الحديث: 7405

([133]) شعب الايمان: محبة الله عزوجل، فصل فى ادامة ذكرالله عزوجل، (جـ2/صـ64)، رقم الحديث: 524

اور ایک روایت میں ہے، حَتَّى يَقُولُوا مَجْنُونٌ - یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔[134]

فائدہ: علماءِ عارفین نفعنا اللہ بہم فرماتے ہیں کہ،

کچھ احادیث سے ذکرِ جہر اور کچھ سے ذکرِ خفی کا مستحب ہونا ثابت ہے، ان کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ مختلف اشخاص اور مختلف احوال کا حکم مختلف ہے، ذکر کرنے والوں کو دیکھنا چاہیے کہ ان سے کون ساذکر ان کے دل کے لیے زیادہ بہتر ہے اور کس ذکر میں اسے محویت حاصل ہوتی ہے اسی کو اختیار کرے۔ اسی طرح اربابِ معرفت نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جس شخص کو ریاکاری کا خوف ہو یا یہ خطرہ ہو کہ بلند آواز سے ذکر کرنے سے کسی نمازی یا دوسرے شخص کو پریشانی پیدا ہو گی تو اس کے لیے ذکرِ خفی بہتر ہے اور اگر یہ خطرہ نہ ہو تو ذکرِ جہر بہتر ہے، کیوں کہ اس میں عمل زیادہ ہے، نیز ذکرِ جہر سے دل زیادہ متاثّر ہوتا ہے اور انہماک بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ہر آدمی کے لیے نیت کے مطابق اجر ہے اور دلوں کے رازوں سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے۔[135]

****

(134) شعب الایمان: محبة الله عزوجل، فصل فی ادامة ذکرالله عزوجل، (جـ2/صـ64)، رقم الحدیث: 523

(135) الاذکار للنووی: کتاب تلاوة القرآن، فصل في مسائل وآداب ينبغي للقارئ الاعتناء بها، (جـ1/صـ107-108)

سترہویں فصل

اہل بیت کی محبت اور بحث میں اور ان سے دشمنی پر تنبیہ

یہ امر آپ کے ذہن میں رہے کہ خواص و عوام میں یہ امر مشہور و معروف ہے کہ نبیّ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت اور اولاد کی محبت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔[136] آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ میں ان کی محبت اور مودّت کی ترغیب اور اس کا حکم دیا گیا ہے، اکابر صحابۂ کرام، تابعین اور ائمۂ سلف صالحین اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔

قرآنی آیات:

اہلِ بیت کی محبت کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیّ رحمت ﷺ سے فرمایا:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى

"آپ فرمادیجیے کہ اس (تبلیغِ دین) پر میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا سوائے قرابت کی محبت کے۔" [137]

امام احمد، امام طبرانی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے قریبی رشتے دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا: عَلِي وَفَاطِمَةُ وأَبْنَاهُمَا

علی المرتضیٰ، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے۔[138]

اور حضرت سعد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان " إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى " کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مگر رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتے داروں کی محبت۔[139]

([136]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ساداتِ کرام کی انتہائے نسب حضور سیّد عالم ﷺ پر ہے، اس فضلِ انتساب (یعنی اس شرفِ نسبت) کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج22/ص423)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "اہل بیت عظام کی تعظیم و محبت بعینہ محبت و تعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" (العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج07/ص597)

([137]) سورة شورى – آية 23

([138]) المعجم الكبير للطبراني: باب الحاء، بقية أخبار الحسن بن علي رضي الله عنهما، (ج3/ص47)، رقم الحديث: 2641

([139]) الصحيح للبخاري: كتاب تفسير القرآن، باب قوله: إلا المودة في القربى، (ج6/ص129)، رقم الحديث: 4818

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

" وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا " (140) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"حسنہ سے مرادآلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔" (141)

احادیثِ مبارکہ:

۱۔ امام ابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس بن عبد المطّلب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ إِذَا جَلسَ اليهم احد مِنْ أَهْلِ بَيْتِي قَطَعُوا حَدِيثَهُمْ، وَالذى نفسى بيده ما يَدْخُلُ قَلْب امرئ الْإِيمَان حَتَّى يُحِبَّهُمْ لِلَّهِ وَلِقَرَابَتِي

"ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کے پاس میرے اہلِ بیت کا کوئی فرد بیٹھتا ہے، تو وہ اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کے دل میں اسی وقت ایمان داخل ہو سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے۔"(142)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

لَا يُؤمِنُ عَبْدٌ بِي حَتّى يُحِبُّنِي وَلَا يُحِبُّنِي حَتّى يُحِبُّ أَهْلَ بَيْتِي

" کوئی بندہ اس وقت مجھ پر ایمان لا سکتا ہے جب مجھ سے محبت کرے گا اور میرے ساتھ محبت اسی وقت کرے گا جب میرے اہلِ بیت سے محبت کرے گا۔"(143)

۲۔ امام ترمذی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ بِهِ مِنْ نِعَمِهِ، وَأَحِبُّونِي لِحُبِّ اللَّهِ، وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي

"اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیوں کہ وہ تمہیں بطورِ غذا کے نعمتیں عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی بنا پر اہلِ بیت سے محبت رکھو۔" (144)

الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: زير سورة شورى آية 23، (جـ6/صـ21)

(140) سورة شورى – آية 23

(141) تفسير ثعلبى: زير سورة شورى آية 23، (جـ8/صـ314)

(142) السنن ابن ماجه: افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، فضل العباس بن عبد المطلب رضي الله عنه، (جـ1/صـ50)، رقم الحديث: 140

(143) الصواعق المحرقة: الفصل الأول في الآيات الواردة فيهم، (جـ2/صـ428)

۳۔ امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتوں کی تعلیم دو،
(ا) اپنے نبی ﷺ کی محبت (۲) اہلِ بیت کی محبت (۳) قرآنِ پاک کی تلاوت۔[145]

۴۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبیؐ اکرم ﷺ کا آخری کلام یہ تھا:
اخْلُفُونِي فِي أَهْلِ بَيْتِي " میرے اہلِ بیت کے بارے میں میرے اچھے خلیفہ بننا۔"[146]

۵۔ امام طبرانی اور ابو شیخ رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ اکرم ﷺ نے فرمایا:
إِنَّ لِلَّهِ ثَلَاث حُرُمَاتٍ ، فَمَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللهُ دِينه وَدُنْيَاهُ، وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْهُنَّ لَمْ يَحْفَظِ اللهُ دِينه وَلَا دُنْيَاهُ، قِيلَ وَمَا هُنَّ، قَالَ: حُرْمَة الْإِسْلَامِ، وَحُرْمَتي، وَحُرْمَة رَحِمِي
"اللہ تعالیٰ کے لیے تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت فرمائے گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہیں فرمائے گا" عرض کیا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا:
"(ا) اسلام کی حرمت (۲) میری حرمت (۳) میرے رشتے داروں کی حرمت۔"[147]

۶۔ امام بیہقی اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ اکرم ﷺ نے فرمایا:
لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ، وَتكُونَ عِتْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهِ، وَيَكُونَ أَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ
"کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور اسکے لئے میری اولاد اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میرے اہل اس کے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔"[148]

([144]) السنن للترمذی: أبواب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم، (جـ5/صـ664)، رقم الحديث: 3789

المستدرک للحاکم : کتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ومن مناقب أهل رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ3/صـ162)، رقم الحديث : 4716

([145]) الفتاوى الحديثية لابن حجر: (جـ1/صـ62)

([146]) المعجم الاوسط للطبرانی: باب العين، من اسمه علي، (جـ4/صـ157)، رقم الحديث: 3860

([147]) المعجم الكبير للطبراني: باب الحاء، الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنه، (جـ3/صـ126)، رقم الحديث: 2881

([148]) شعب الایمان: حب النبی صلى الله عليه وسلم ، فعل فی براة نبينا صلى الله عليه وسلم فی النبوة، (جـ3/صـ88)، رقم الحديث: 1420

۷۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ واحْفظوه فيهِم فلا توذوهِم

"اے لوگو! اہلِ بیت کے بارے میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ اور پاس رکھو، لہذا انہیں اذیت نہ دو۔" (149)

اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي

" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ ٔقدرت میں میری جان ہے، میرے نزدیک اپنے رشتے داروں سے صلہ ٔرحمی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی پاس داری زیادہ محبوب ہے۔"(150)

۸۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں کہ نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم براءة مِنَ النَّارِ ، وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصَّرَاطِ ، وَالْوِلايَةُ لآلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ

" آلِ محمد کی پہچان آگ سے نجات ہے، آلِ محمد کی محبت پل صراط سے گزرنے کا اجازت نامہ ہے، اور آلِ محمد کی دوستی عذاب سے امان کا پروانہ ہے۔" (151)

****

الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي: باب لام ألف، عبد الرحمن بن أبي ليلى، (ج5/ص154)، رقم الحديث : 7794

(149) الصحيح للبخارى: كتاب المناقب ، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، (ج5/ص21)، رقم الحديث: 3713

(150) الصحيح للبخارى: كتاب المناقب، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، (ج5/ص20)، رقم الحديث: 3711

(151) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: الباب الثالث في تعظيم أمره، فصل ومن توقيره صلى الله عليه وسلم، (ج2/ص48)

اٹھارویں فصل

اہلِ بیت کی دشمنی اور اور انہیں اذیت پہنچانے کی شدید ممانعت

اہلِ بیت کرام سے بغض اور عداوت کے بارے میں بہت وعیدیں وارد ہیں، اپنے دین کی فکر رکھنے والے مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے کسی بھی فرد کی دشمنی سے بچنا چاہیے کیوں کہ یہ دشمنی اس کے دین میں اور آخرت میں بھی نقصان دہ ثابت ہوگی اور اس کی بنا وہ نبیؐ کریم ﷺ کو اذیت دینے والا اور بے ادب شمار کیا جائے گا۔

علما کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسی احادیث مبارکہ بیان کی ہیں جن میں آیا ہے کہ جس نے اہلِ بیت کو اذیت دی اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی اور جس نے نبیؐ اکرم ﷺ کو اذیت دی وہ لعنت و عذاب کا مستحق ہوا اور اس وعید کے خطرے میں داخل ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے۔" [152]

اور اس فرمان میں ہے: مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

"تمھیں جائز نہ تھا کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دیتے۔" [153]

امام طبرانی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بر سرِ منبر فرمایا:

مَا بَال أَقوَام يُؤذُوني فِي نَسَبِي وَذَوي رَحِمِي أَلامَنْ آذَى نَسَبِي وَذَوي رَحِمِي فَقَدْ آذَانِي وَمنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ تَعَالٰى

"ان لوگوں کا کیا حال ہو؟ جو مجھے میرے نسب اور رشتے داروں کے بارے میں ایذا پہنچاتے ہیں، سنو! جس نے میرے نسب اور رشتے داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔" [154]

---

(152) سورة احزاب – آية 57

(153) سورة احزاب – آية 53

(154) الصواعق المحرقة: تتمة في أبواب منتاة من كتاب للحافظ السخاوي، (جـ2/صـ660)

امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ بیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْهُمْ، وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْهُمْ

"جوان سے جنگ کرے، اس سے میری جنگ ہے اور جو ان سے صلح کرے، اس سے میری صلح ہے۔"[155]

مّلا عمر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مرفوعاً روایت کیا:

لَا يحبنا أهلَ الْبَيْتِ إِلَّا مُؤمِن تَقِيّ وَلَا يبغضنا إِلَّا مُنَافِق شَقِي

"مومن متّقی ہی اہلِ بیت سے محبت کرے گا اور بدبخت منافق ہی ہم سے عداوت رکھے گا۔"[156]

امام طبرانی اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ نبیّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ رَجُلًا صَفَد بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَصَلَّى وَصَامَ، ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِأَهْلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ دَخَلَ النَّارَ

"اگر کوئی شخص حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان مقیم ہو، پابندِ صوم وصلوۃ ہو اور اس حالت میں فوت ہو کہ وہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت سے بغض رکھتا ہو، وہ آگ میں داخل ہوگا۔"[157]

اور نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اشتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى مَنْ آذَانِي فِي عِتْرَتِي

"اللہ تعالیٰ کا اس شخص پر شدید غضب ہے جس نے مجھے میرے اہلِ بیت کے سلسلے میں اذیت دی۔"

اس حدیث کو امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[158]

******

([155]) السنن للترمذی: أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة رضي الله عنها، (جـ5/صـ699)، رقم الحديث: 3870
المستدرک للحاكم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ومن مناقب أهل رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ3/صـ161)، رقم الحديث: 4713

([156]) الصواعق المحرقة: المقصد الثاني فيما تضمنته تلك الآية من طلب محبة آله صلى الله عليه وسلم الخ، (جـ2/صـ500)

([157]) المعجم الكبير للطبراني: باب العين، عطاء، عن ابن عباس، (جـ11/صـ176)، رقم الحديث: 11412
المستدرک للحاكم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ومن مناقب أهل رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ3/صـ161)، رقم الحديث: 4712

([158]) جامع الاحاديث: حرف الهمزة ، الهمزة مع الشين، (جـ4/صـ412)، رقم الحديث: 3450

انیسویں فصل

رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت کے فضائل[159]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق اربابِ دانش اور بصیرت کے نزدیک اعلیٰ ترین فضائل اور عظیم ترین قابلِ فخر امور میں سے ہے۔ اور شفیع امت ﷺ کے اصول و فروع افضل ترین اصول و فروع ہیں، کیوں کہ ان کا حسب و نسب حضور ﷺ سے متعلق ہے[160]

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ سادات کرام آباواجداد کی بنا پر اصل کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں، اس کے باوجود وہ احکام اور حدود شریعہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

بہت سی آیات اور احادیث میں اہلِ بیت کے فضائل اور جدّامجد رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کی تصریح ہے ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

"اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے، اے نبیؐ کے گھر والو! اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک صاف کردے۔[161]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اہلِ بیت دونوں قسموں یعنی نبیؐ اکرم ﷺ کے کاشانہ مبارک میں رہنے والوں اور آپ سے نسبی تعلق رکھنے والوں کو شامل ہیں اہلِ بیت کے فضائل میں بہت سی احادیث آئی ہیں، جن میں سے:

ا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نبیؐ اکرم ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔[162]

([159]) خاص اس عنوان پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکمل رسالہ ہے جس کا نام ارا ءۃُ الادب لفاضل النسب ہے جو فتاویٰ رضویہ کی 23ویں جلد میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

([160]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سادات کرام کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "ساداتِ کرام کی انتہائے نسب حضور سیّدِ عالم ﷺ پر ہے، اس فضلِ انتساب (یعنی اس شرفِ نسبت) کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔" (العطایا النبوية فی الفتاوی الرضوية، ج22/ص423)

([161]) سورة احزاب – آية 33

([162]) جامع البيان في تأويل القرآن لطبری: زير سورة احزاب آية 33، (ج20/ص263)

۲۔ اور یہ بھی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ نبیؐ اکرم ﷺ نے ان حضرات کو اپنی چادرِ مبارک میں چھپا کر دعا مانگی:

للَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا

"اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت اور خواص ہیں، ان سے ناپاکی دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک فرما۔"[163]

۳۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان پر چادرِ مبارک ڈالی اور ان پر دست اقدس رکھ کر دعا مانگی:

للَّهُمَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ آلُ مُحَمَّدٍ، فَاجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّكَ حَمِيدٌ

"اے اللہ! یہ آلِ محمد ہیں، اپنی رحمتیں اور برکتیں آلِ محمد پر نازل فرما، بے شک تو حمد کیا ہوا اور عظمت والا ہے۔"[164]

اہلِ بیت کی فضیلت پر دلالت کرنے والی آیات میں سے ایک آیت یہ بھی ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

"جو شخص اسلام کے بارے میں آپ سے جھگڑتا ہے، بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے، تو آپ فرمادیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں، اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں، اپنے آپ کو اور تمہیں بلائیں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔" [165]

مفسرین فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا، حضرت حسین کو گود میں اٹھایا، حضرت حسن کو ہاتھ میں پکڑا، حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے چلیں اور حضرت علی دونوں کے پیچھے چلے، نبیؐ اکرم ﷺ نے عرض کیا: "اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔"[166]

اس آیت سے صراحتاً معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد [167] اور ان کی اولاد کو حضور سید عالم ﷺ کی اولاد کہا جاتا ہے اور ان کی نسبت آپ کی طرف نہ صرف یہ کہ صحیح ہے، بلکہ دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی بھی ہے۔

([163]) المسند للامام احمد بن حنبل: الملحق المستدرك من مسند الأنصار بقية خامس عشر الأنصار، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، (جـ44/صـ118)، رقم الحديث : 26508

([164]) المسند للامام احمد بن حنبل: الملحق المستدرك من مسند الأنصار بقية خامس عشر الأنصار، حديث أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم، (جـ44/صـ327)، رقم الحديث : 26746

([165]) سورة آل عمران – آية 61

([166]) تفسير ابن كثير: زير سورة آل عمران آية 61، (جـ2/صـ54)

([167]) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد یعنی امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور آپ کی نسل پاک کو نبی کریم ﷺ کی اولاد یعنی سید کہا جاتا ہے، امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "سیّدِ حسنیَن کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو کہتے ہیں۔"(العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ13/صـ361)

مروی ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں؟ حالاں کہ آپ حضرات تو حضرت علی مرتضیٰ کے بیٹے ہیں، اور مرد کی نسبت باپ کے باپ کی طرف کی جاتی ہے، نہ کہ ماں کے باپ کی طرف تو حضرت موسیٰ کاظم نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد آیتِ مبارکہ پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (84) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ

"اور نوح کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون ہیں اور ہم اس طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور الیاس ہیں۔" [168]

حالاں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں ہے، ان کو انبیاء کرام کی اولاد والدہ کی طرف سے قرار دیا گیا ہے، اسی طرح ہمیں ہماری ماں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں شامل قرار دیا گیا ہے۔

امیر المومنین! اس کے علاوہ ایک اور بات ہے اور وہ یہ کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا۔ یہ روایت مجمع الاحباب میں بیان کی گئی ہے۔ [169]

اہلِ بیتِ کرام کے امتیازی فضائل و اوصاف کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

۱۔ امام ابو یعلیٰ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

النُّجُومُ أَمَانٌ أَهْلِ السَّمَاءِ، وَأَهْلُ بَيْتِيَ أَمَانٌ لِأُمتی مِنَ الْاِخْتِلَافِ

"ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں، اور میری اہلِ بیت میری امّت کے لیے اختلاف سے امان ہیں۔" [170]

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

"جب میرے اہلِ بیت دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو زمین والوں کے سامنے وہ نشانیاں آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا جاتا تھا۔" [171]

([168]) سورة انعام – آية 84، 85

([169]) الصواعق المحرقة: الفصل الثالث في الأحاديث الواردة في بعض أهل البيت كفاطمة وولديها رضي الله عنهم، (جـ2/صـ590)

([170]) مسند الروياني: إياس بن سلمة عن أبيه، (جـ2/صـ258)، رقم الحديث: 1164

فيض القدير شرح الجامع الصغير: فصل في المحلى بأل من هذا الحرف أي حرف النون، (جـ6/صـ297)، رقم الحديث:12755

([171]) فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل: ومن فضائل علي رضي الله عنه من حديث أبي بكر، (جـ2/صـ671)، رقم الحديث:1145

المستدرک للحاكم: كتاب التفسير، تفسير سورة الزخرف، (جـ2/صـ486)، رقم الحديث: 3676

۳۔حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَعَدَنِي رَبِّي فِي أَهْلِ بَيْتِي مَنْ أَقَرَّ مِنْهُمْ لله تَعَالَى بِالتَّوْحِيدِ، وَلِي بِالْبَلَاغِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

"میرے رب نے میرے اہلِ بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اعتراف کرے گا اور میرے بارے میں یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔"[172]

۴۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي ، أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: كِتَابُ اللَّهِ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ. وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا

"میں تمہارے درمیان وہ شئے چھوڑ کر جارہاہوں کہ تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو میرے بعد ہر گز گمراہ نہ ہوگے،ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے،اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے،اور میری اولاد اور اہلِ بیت،یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر آئیں گے، تم دیکھو کہ ان دونوں کے ساتھ میرے بعد کیسا معاملہ کرتے ہو۔"[173]

۵۔حدیثِ صحیح میں آیا ہے کہ نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

"تمہارے درمیان میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پاگیا،اور جو سوار نہیں ہوا غرق ہو گیا۔"[174]

۶۔ایک اور روایت میں ہے:

هَلَكَ، وَ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيْكُمْ مَثَلُ بَابِ حِطَّةٍ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مَنْ دَخَلَهُ غَفَرَلَهُ

"ہلاک ہوگیا اور تمہارے درمیان میرے اہلِ بیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے جو اس میں داخل ہوا بخشا گیا۔"[175]

---

[172] المسند للامام احمد بن حنبل: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ومن مناقب أهل رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ3/صـ163)، رقم الحديث : 4718

[173] المسند للامام احمد بن حنبل: أبواب المناقب ، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم، (جـ5/صـ663)، رقم الحديث: 3788

[174] المعجم الكبير للطبراني: باب الحاء ، بقية أخبار الحسن بن علي رضي الله عنهما، (جـ3/صـ46)، رقم الحديث: 2638

۷۔امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبیّ اکرم ﷺ نے فرمایا:

الدُعَاءِ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ بَيْتِهِ

دعا روک دی جاتی ہے یہاں تک کہ محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت پر درود بھیجا جائے۔"[176]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے رسول اللہ کے اہلِ بیت! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، اس نے قرآنِ پاک میں یہ حکم نازل فرمایاہے۔ عظمتِ مقام سے تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ بھیجے، اس کی نماز نہیں ہے۔[177]

بعض علماءِ محققین نفع اللہ بہم فرماتے ہیں،

کہ جو شخص گہری نظر سے گردو پیش کا مشاہدہ کرے، اسے محسوس ہوگا کہ اہلِ بیت کرام کی اکثریت احکام اسلام پر عمل پیرا، حضور سیّد المرسلین ﷺ کی شریعت کی تبلیغ کرنے والی، اپنے رب سے ڈرنے والی، اپنے جدّ امجد کے پیروکار اور قدم بہ قدم چلنے والی ہے، اور جو شخص اپنے باپ کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس نے کیا ظلم کیا؟ اہلِ بیت کے علماء ملتِ اسلامیہ کے قائدین ہیں، اور وہ آفتاب ہیں جن کی بدولت اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، پس وہ اس امّت کی برکت ہیں اور اس کائنات کے ہر اندھیرے کو دور کرنے والے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ان کی جماعت پائی جائے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلا دور فرمائے، کیوں کہ وہ زمین والوں کے لیے امان ہیں، جیسے ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں۔

کیا نبیّ کریم ﷺ سے یہ مروی نہیں کہ فرمایا:

تَعَلَّمُوا مِنْهُمْ وَلَا تُعَلِّمُوهُمْ، وَإِنَّكُمْ حِزْبُ إِبْلِيس إِذَا خَالَفْتُمُوهُمْ

"تم ان سے علم سیکھو، انہیں سکھاؤ نہیں،[178] اور جب ان کی مخالفت کروگے تو ابلیس کا گروہ ہوگے۔ "[179]

([175]) المعجم الكبير للطبراني: باب الحاء ، بقية أخبار الحسن بن علي رضي الله عنهما، (ج3/ص45)، رقم الحديث: 2637

([176]) المعجم الاوسط للطبراني: باب الألف، من اسمه أحمد، (ج1/ص220)، رقم الحديث: 721

جامع الأحاديث: حرف الكاف، (ج15/ص329)، رقم الحديث: 15625

([177]) ديون الامام الشافعي: آل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، (ص121)

الصواعق المحرقة: الفصل الأول في الآيات الواردة فيهم، (ج2/ص435)

([178]) المعجم الكبير للطبراني: باب الزاي، من اسمه زيد، (ج5/ص166)، رقم الحديث: 4971

([179]) المعجم الكبير للطبراني: باب العين، عطاء، عن ابن عباس، (ج11/ص196)، رقم الحديث: 11479

کیا نبیؐ کریم ﷺ سے یہ مروی نہیں کہ ان کا دامن پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوگا، اور وہ تمہیں ہدایت کے دروازے سے کبھی نہیں نکالیں گے ؟ کیا حضور اکرم ﷺ نے بیان نہیں فرمایا کہ وہ امّت کی امان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں حکمت رکھی ہے، جو ان سے دشمنی رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے خارج ہے اور جو ان سے بغض رکھے وہ نص کی بنا پر منافق ہے ؟ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ : وہ قرآنِ پاک سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر کے کنارے پر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

سوال۔1 : صحیح حدیث میں ہے کہ نبیؐ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْت مُحَمَّد ، يَا صفيةُ بِنْت عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا

" اے فاطمہ بنت محمد ! اے صفیہ بنتِ عبد المطلب ! اے بنو عبد المطلب ! اپنی جانوں کو آگ سے بچالو، کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔"[180] اس حدیث اور دوسری حدیثوں کا کیا مطلب ہے ؟

جواب۔ علماءِ کرام نفع اللہ بہم فرماتے ہیں،

اس حدیث اور نبیؐ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کی فضیلت میں وارد احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے[181] کیوں کہ حدیثِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ اکرم ﷺ کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفع یا نقصان کے از خود مالک نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے مالک بنانے سے آپ اپنے اقرباء، بلکہ امت کو خصوصی اور عمومی شفاعت سے نفع دیں گے، پس آپ اسی چیز کے مالک ہیں جس کا اللہ تعالیٰ آپ کو مالک بنائے۔

اسی طرح روایت میں نبیؐ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔"[182]

یعنی اپنے طور پر بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کی اجازت دے کر، یا میرے طفیل امّت کی مغفرت فرما کر مجھے اعزاز عطا فرمائے۔

---

[180] الصحيح للمسلم: كتاب الإيمان ، باب في قوله تعالى وأنذر عشيرتك الأقربين، (جـ1/صـ192)، رقم الحديث: 204

[181] اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اپنے علمی رسالہ اراءۃُ الادب لفاضل النسب میں اس مسئلہ پر کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "حدیث: لا اغنی عنکم من اللہ شیئا (میں تم کو اللہ سے کچھ بے نیاز نہیں کروں گا) میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذاللہ سلب اغنائے عطائی کہ حدیث متواترہ شفاعت، واجماع اہل سنت کے خلاف ہے۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ23/صـ248)

[182] الصحيح للبخارى: كتاب الوصايا، باب: هل يدخل النساء والولد في الأقارب، (جـ4/صـ6)، رقم الحديث: 2753

نبیّ اکرم ﷺ نے حدیث مذکور بالا میں حقِ قرابت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا

"مگر تمہارے لیے قرابت ہے جسے ہم اس کی تری سے تر کریں گے۔" اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔[183]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم صلہ ٔ رحمی کریں گے، ڈر سنانے کے مقام کا تقاضا یہ تھا کہ فرمائیں:

ہم تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بے نیاز نہیں کر سکیں گے، اس کے ساتھ ہی حقِ قرابت کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبیّ اکرم ﷺ کی طرف اہلِ بیت کی نسبت ان کے لیے دنیا اور آخرت میں فائدہ مند ہے، مثلاً وہ حدیث جسے امام احمد اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يَغْبِضُنِي مَا يَغْبِضُهَا وَيَبْسُطُنِي مَا يَبْسُطَهَا، وَإِنَّ الْأَنْسَابَ تَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غَيْرَ نَسَبِي وَسَبَبِي وَصِهْرِي

"فاطمہ میری لختِ جگر ہیں، جو چیز انہیں ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز انہیں خوش کرتی ہے وہ مجھے خوش کرتی ہے، قیامت کے دن میرے حسب، نسب اور سسرالی رشتے داروی کے علاوہ تمام نسب منقطع ہو جائیں گے۔"[184]

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَعَدَنِي رَبِّي فِي أَهْلِ بَيْتِي مَنْ أَقَرَّ مِنْهُمْ لله تعالى بِالتَّوْحِيدِ، وَلِي بِالْبَلَاغِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ

"میرے رب نے میرے اہلِ بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میرے لیے تبلیغ کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا۔"[185]

([183]) الصحيح للمسلم: كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى وأنذر عشيرتك الأقربين، (جـ1/صـ192)، رقم الحديث: 204

([184]) المسند للامام احمد بن حنبل: أول مسند الكوفيين،حديث المسور بن مخرمة الزهري، ومروان بن الحكم، (جـ31/صـ207)، رقم الحديث: 18907

المستدرک للحاكم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ذكر مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، (جـ3/صـ172)، رقم الحديث: 4747

([185]) المستدرک للحاكم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم ، ومن مناقب أهل رسول الله صلى الله عليه وسلم ، (جـ3/صـ163)، رقم الحديث: 4718

امام علامہ خاتم المحققین احمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں یہ سوال منقول ہے کہ،

کیا بے علم سیّد افضل ہے یا غیر سیّد عالم؟ اور جب یہ دونوں جمع ہوں اور قہوہ پیش کرنا ہو تو تعظیم کا زیادہ حق دار کون ہے؟ پہلے کسے پیش کیا جائے؟ یا کوئی شخص ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہے تو ابتدا کس سے کرے؟

علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ دونوں عظیم فضیلت کے حامل ہیں، سیّد اس لیے کہ وہ نبیِّ اکرم ﷺ کی اولاد ہیں اور اس کے برابر کوئی فضیلت نہیں ہے، اس لیے بعض علمانے فرمایا کہ نبیِ اکرم ﷺ کے جسمِ مبارک کے حصّے کے برابر کسی کو نہیں مانتا۔

رہا عالم باعمل تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا فائدہ اور گمراہوں کی رہ نمائی ہے علماء کرام رسولان گرامی کے خلفاء اور ان کے علوم و معارف کے وارث ہیں، لہذا صاحب توفیق پر لازم ہے کہ تمام سادات کرام اور باعمل علماء کے حق کو تسلیم کرے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر بجالائے اور جب دونوں اکھٹے ہوں تو ابتداء سید سے کرے کیوں کہ نبیِّ اکرم ﷺ کے لختِ جگر ہیں سید سے مراد ہے کہ جس کا نسب سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنھماوعلیھماوعلی اھل بیتھما السلام سے منسوب ہو۔

****

بیسویں فصل

نبیِّ اکرم ﷺ کی طرف نسبت کا فائدہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبیِّ اکرم ﷺ کی طرف نسبت دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہے،

حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ نَسَبٍ وَصَهرٍ يَنْقَطِعُ يومَ الْقِيامَةِ إلَّا نَسَبِي وَصَهرِيْ

" قیامت کے دن میرے نسب اوار سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسب اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائیگا "

اس حدیث کو ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔[186]

یہ اور دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ کی طرف نسبت کا عظیم فائدہ ہے۔[187]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ،

وہ احادیث ان حدیثوں کی مخالف نہیں ہیں، جن میں آیا ہے کہ نبیِّ اکرم ﷺ نے اپنے اہلِ بیت کو اللہ تعالٰی کے خوف، تقویٰ اور اطاعت پر ابھارا اور فرمایا کہ میں انہیں اللہ تعالٰی سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا، کیوں کہ آپ از خود کسی کو نفع یا نقصان نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالٰی کے مالک بنانے سے آپ خویش واقارب کو نفع دیں گے، سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمان کہ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ شَيْئًا "میں تمہیں کچھ بے نیاز نہیں کر سکتا"

---

[186] تاريخ دمشق لابن عساكر: باب ذكرمن سمي بكنيته، (ج67/ص21)

[187] امام اہلسنت اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی صلاح کا کیا کہنا۔ جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضرت پرنور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان توارفع واعلی وبلند وبالا ہے۔۔۔الخ" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، ج23/ص244،243)

اسکے بعد امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ مختلف روایات ذکر کر کے نسبت رسول ﷺ کے فوائد بیان فرماتے ہیں، تفصیل کے لئے متذکرہ حوالہ کی طرف رجوع کریں۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت اور مغفرت کا اعزاز بخشے بغیر میں محض اپنی طرف سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا [188]،

تو حضور ﷺ کا یہ فرمان انہیں مقام خوف دلانے کے لحاظ سے ہے ۔

جیسا کہ امام بزار، امام طبرانی اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا :

"ان لوگوں کا کیا حال ہے ؟ جو گمان کرتے ہیں کہ ہماری قرابت نفع نہیں دے گی، قیامت کے دن ہر نسب اور تعلق منقطع ہو جائیگا سوائے میرے نسب اور تعلق کے، میرا رحم (نسبی رشتہ) دنیا اور آخرت میں متصل ہے" [189]

امام احمد بن حنبل، امام حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بر سر منبر فرماتے سنا:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ إِنَّ رَحِمِي لَا يَنْفَعُ، بَلَى وَاللَّهِ إِنَّ رَحِمِي مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَإِنِّي أَيُّهَا النَّاسُ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ

"ان لوگوں کو کیا حال ہے ؟ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رحم (نسبی رشتہ) قیامت کے دن آپ کی قوم کو نفع نہیں دے گا۔ ہاں ! اللہ کی قسم ہمارا رحم (نسبی رشتہ) دنیا اور آخرت میں متصل ہے اور اے لوگو ! ہم حوض کوثر پر تمہارے پیش رو ہیں۔" [190]

اختتام

([188]) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں :

"حدیث : لا اغنی عنکم من اللہ شیئا (میں تم کو اللہ سے کچھ بے نیاز نہیں کروں گا) میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سلب اغنائے عطائی کہ حدیث متواترہ شفاعت، و اجماع اہل سنت کے خلاف ہے۔" (العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية، جـ23/صـ248)

([189]) المعجم الكبير للطبراني: باب الفاء ، عبد الرحمن بن أبي رافع، عن أم هانئ ، (جـ24/صـ434)، رقم الحديث: 1060

([190]) المسند للامام احمد بن حنبل: مسند المكثرين من الصحابة ، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، (جـ18/صـ136)، رقم الحديث: 11591

المستدرک للحاكم: كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، ذكر فضائل قريش، (جـ4/صـ84)، رقم الحديث: 6958

المصادروالمراجع

نمبر	كتاب كانام	مصنف	ناشر
1	القرآن المجيد		
2	تفسير الدر المنثور للسيوطي	عبد الرحمن بن أبي بكرجلال الدين السيوطي (911 هـ)	دارالفكر ، بيروت
3	معالم التنزيل في تفسير القرآن	أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي الشافعي (510 هـ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
4	الجامع لأحكام القرآن ، القرطبي	أبو عبد الله محمد بن أحمد ، القرطبي (671 هـ)	دار الكتب المصرية ، القاهرة
5	الكشف والبيان، تفسير الثعلبي	أحمد بن محمد بن إبراهيم ، الثعلبي (427 هـ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
6	تفسير ابن كثير	أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي (774 هـ)	دار طيبة للنشر والتوزيع
7	الصحيح للبخارى	محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري (256 هـ)	دار طوق نجاة
8	الصحيح للمسلم	مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (261 هـ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
9	المسند للامام احمد بن حنبل	أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (241 هـ)	مؤسسة الرسالة ، بيروت
10	المستدرل للحاكم على الصحيحين	أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله (405 هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
11	السنن للترمذى	محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى الترمذي (279 هـ)	شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي ، مصر
12	المعجم الكبير للطبرانى	سليمان بن أحمد ، أبو القاسم الطبراني (360 هـ)	مكتبة ابن تيمية ، القاهرة
13	المعجم الاوسط للطبرانى	سليمان بن أحمد ، أبو القاسم الطبراني (360 هـ)	دار الحرمين ، القاهرة
14	الدعوات الكبير للبيهقي	أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر البيهقي (458 هـ)	غراس للنشر والتوزيع ، الكويت
15	السنن ابن ماجه	ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد (273 هـ)	دار إحياء الكتب العربية
16	زاد المعاد في هدي خير العباد	محمد بن أبي بكر بن أيوب ابن قيم الجوزية (751 هـ)	مؤسسة الرسالة، بيروت
17	عمل اليوم والليلة لابن السنى	أحمد بن محمد بن المعروف بـ «ابن السُّنِّي» (364 هـ)	دار القبلة للثقافة الإسلامية ومؤسسة علوم القرآن ، جدة / بيروت
18	المصنف لابن ابى شيبه	أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد (235 هـ)	مكتبة الرشد ، الرياض
19	السنن أبي داود	أبو داود سليمان بن الأشعث (275هـ)	المكتبة العصرية، صيدا ، بيروت
20	مسند البزار	أبو بكر أحمد بن عمرو المعروف بالبزار 292 هـ)	مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة
21	مسند أبي يعلى	أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى، الموصلي (307 هـ)	دار المأمون للتراث ، دمشق
22	فيض القدير شرح الجامع الصغير	زين الدين محمد بعبد الرؤوف المناوي (1031 هـ)	المكتبة التجارية الكبرى ، مصر
23	السنن الكبير للبيهقي	أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر البيهقي (458 هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
24	عمدة القاري شرح صحيح البخاري	أبو محمد محمود الحنفى بدر الدين العينى (855 هـ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
25	شرح النووى على مسلم	أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (676 هـ)	دار إحياء التراث العربي ، بيروت
26	شعب الإيمان	أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر البيهقي (458 هـ)	مكتبة الرشد ، لرياض
27	كتاب الروح	محمد بن أبي بكر بن أيوب ابن قيم الجوزية (751 هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
28	جامع الاحاديث	عبد الرحمن بن أبي بكرجلال الدين السيوطي (911 هـ)	المكتبة الشاملة
29	تاريخ دمشق لابن عساكر	أبو القاسم علي بن الحسن ، ابن عساكر (571 هـ)	دارالفكر ، بيروت
30	وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى	علي بن عبد الله نور الدين ، السمهودي (911 هـ)	دار الكتب العلمية ، بيروت

31	السنن الصغير للبيهقي	أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر البيهقي (458 ھ)	جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشي
32	مجموع الفتاوى	تقي الدين أبو العباس أحمد بن تيمية الحرانيى (728 ھ)	مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية
33	فتح الباري شرح صحيح البخاري	أحمد بن علي بن حجر ، العسقلاني الشافعي (852 ھ)	دار المعرفة ، بيروت
34	الحاوى للفتاوى للسيوطى	عبد الرحمن بن أبي بكرجلال الدين السيوطي (911 ھ)	دارالفكر ، بيروت
35	دلائل النبوة للبيهقى	أحمد بن الحسين بن علي ، أبو بكر البيهقي (458 ھ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
36	الفتاوى الكبرى لابن تيمية	تقي الدين أبو العباس أحمد بن تيمية الحرانيى (728 ھ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
37	عمل اليوم والليلة للنسائى	أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب، النسائي (303 ھ)	مؤسسة الرسالة ، بيروت
38	كتاب العاقبة في ذكر الموت	عبد الحق بن عبد الرحمن الأندلسي الأشبيلي (581 ھ)	مكتبة دار الأقصى ، الكويت
39	سبيل الاذكاروالاعتبار بما يمر بالإنسان و ينقضي له من الاعمار	عبد الله بن علوى ، المعروف بالحدادى (1132 ھ)	دار الحاوي للطباعة والنشر، سوريا
40	الشفا بتعريف حقوق المصطفى	أبو الفضل القاضي عياض بن موسى اليحصبي (544 ھ)	دارالفكر ، بيروت
41	خلاصة الكلام فى امراء البلدالحرام	السيد أحمد بن زينى دحلان مكي (1304 ھ)	مطبوعات ارض الحرمين
42	الأذكار للنووى	أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (676 ھ)	دارالفكر ، بيروت
43	العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية	إمام اهل السنة، أحمد رضا خان الهندي (1340 ھ)	رضا فاؤنديشن ، لاهور
44	حسن المقصد فى عمل المولد	عبد الرحمن بن أبي بكرجلال الدين السيوطي (911 ھ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
45	عرف التعريف بمولد الشريف	إمام حافظ أبي الخير محمد ابن الجزري (833 ھ)	دارالحديث الكتانية
46	رد المحتار على الدر المختار	ابن عابدين، محمد أمين بن عابدين الشامى (1252 ھ)	دارالفكر ، بيروت
47	ملفوظاتِ اعلى حضرت	مفتى اعظم هند محمد مصطفىٰ رضاخان (1402 ھ)	مكتبة المدينة باب المدينة ،كراتشى
48	لطائف المنن للابن عطاء الله	الشيخ عبدالكريم بن عطاء الله السكندرى (709 ھ)	دارالمعارف ، القاهرة
49	الفردوس بمأثور الخطاب للديلمى	شيرويه بن شهردار، أبو شجاع الديلميّ (509 ھ)	دار الكتب العلمية ، بيروت
50	الصواعق المحرقة	أحمد بن محمد بن حجر الهيتمي، أبو العباس (974 ھ)	مؤسسة الرسالة ، بيروت
51	مسند الروياني	أبو بكر محمد بن هارون الرُّوياني (307 ھ)	مؤسسة قرطبة ، القاهرة
52	فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل	أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (241 ھ)	مؤسسة الرسالة ، بيروت
53	جامع البيان في تأويل القرآن	محمد بن جريرالآملي، أبو جعفر الطبري (310 ھ)	مؤسسة الرسالة ، بيروت
54	مثير الغرام الساكن لابن الجوزي	أبو الفرج ، عبد الرحمن بن علي الجوزي (597 ھ)	دار الحديث، القاهرة
55	الفتاوى الحديثية لابن حجر	أحمد بن محمد بن حجر الهيتمي، أبو العباس (974 ھ)	دار الفكر ، بيروت
56	ديون الامام الشافعي	امام شافعى، محمد بن ادريس القريشى المكى (204 ھ)	مكتبة ابن سينا ، القاهرة
57	تثبيت الفؤاد بذكر مجالس القطب عبدالله الحدادف	أحمد بن عبدالكريم الحساوي الشجَّار	http://madinagate.com/books/tathbeet-alfoad.pdf
58	الدرر السنية فى الرد على الوهابية	السيد أحمد بن زينى دحلان مكي (1304 ھ)	مكتبة الحقيقة ، استانبول